



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتیاق احمد کا سب سے پہلا ناول

مترجم سلسلہ ۲۳

پیکٹ کا راز

اشتیاق احمد

UNION

BOOK SHOP

183-A, Northall, Lahore

دو باتیں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس سال پبلیٹ کا راز کی اشاعت کے دس سال پورے ہو گئے۔ دس سال پہلے میں نے یہ ناول مکتبہ عالیہ کی فرمائش پر لکھا تھا۔ بچوں کے لیے یہ میرا سب سے پہلا ناول تھا۔ اس سے پہلے میں نے زمینگی میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے بچوں کے لیے کبھی کوئی جاسوسی ناول بھی لکھنا پڑے گا۔ میری کمائی میں آپ یہ ذکر پڑھ بھی چکے ہیں۔ یہاں تو یہ بتانا ہے کہ ہر ناول جو ایک مصنف کسی پبلشر کو فروخت کرتا ہے، وہ دس سال بعد مصنف کو واپس مل جاتا ہے، یعنی اس کی اشاعت کے حقوق اس پبلشرز کے نہیں رہ جاتے۔ یہ حکومت کا قانون ہے۔ اس قانون کی رو سے یہ ناول اب مکتبہ اشتیاق سے شائع کیا جا رہا ہے۔

ہمدرد حقوق بچی پبلشرز محفوظ ہیں

بار اول _____ مئی ۱۹۸۲ء
مطبع _____ زاہد پبلشرز لاہور
قیمت _____ پانچ روپے

مکتبہ اشتیاق راجپوت پبلیٹ لاہور
اردو بازار

اس ناول کے بارے میں ہزارا بچوں نے یہ سوال کیا کہ آپ
کے سب سے پہلے ناول میں تو انپکٹر جیشد فوت شدہ بتائے
گئے ہیں اور بعد والے ناولوں میں وہ زندہ ہیں۔ اس کی کیا
وجہ ہے۔ ان سب بچوں کو فرداً فرداً بھی جواب دیا۔
مکتبہ اشتیاق سے شائع ہونے والے ناولوں میں بھی اس کی کئی
بار وضاحت کی اور اب اس کو درست حالت میں شائع
کیا جا رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے، انپکٹر جیشد اس میں خدا
کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہیں، البتہ کچھ دیر کے لیے
وہ محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جیشد کی نظروں سے اوجھل ضرور
ہو گئے تھے۔

مکتبہ اشتیاق سے شائع ہونے کے بعد پکیٹ کا راز کے
سلسلے میں کسی کو بھی کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں رہ جائے
گی۔ اور چونکہ یہ سب سے پہلا ناول تھا، اس لیے یہی
سب سے پہلے مجھے واپس ملے۔ اگر اس وقت میرا اپنا ادارہ
نہ ہوتا تو یہ واپس پہلے پبلشر کو فروخت کر دیا جاتا، لیکن چونکہ
خدا کی مہربانی سے اب مکتبہ اشتیاق شروع ہو چکا ہے، اس لیے
اب نہ صرف پکیٹ کا راز بلکہ جس جس ناول کو بھی دس دس
سال پہلے ہوتے جاتے تھے، وہ یہاں سے شائع ہونا شروع
ہو جائیں گے۔ اس طرح واپس آنے والے ہر ناول کا سرورق

نیا بنوایا جائے گا، کتابت نئی اور خوب صورت کرائی جائے گی،
غلطیاں دور کر دی جائیں گی۔ ان میں آپ کے خطوط اور کرداروں
سے سواات کے سلسلے شامل کیے جائیں گے اور اس طرح یہ
پُرانی کتابیں کئی نئی خوش گوار اور دیدہ زیب تجدیدیوں کے ساتھ
آپ کو ملیں گی۔ امید ہے، آپ بھی انہیں پا کر خوشی محسوس
کریں گے۔ خاص طور پر وہ حضرات جنہیں پرانی کتابیں کیسی
ڈھونڈنے سے نہیں مل سکیں۔ فی الحال تو آپ پکیٹ کا راز
کو نئے رنگ روپ، نئے نئے جہنم میں قبول فرمائیے۔ واقعی
اسے پکیٹ کا راز کا نیا جہنم کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔
اس سلسلے میں آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔

اشتیاق احمد

آغاز

انپکٹر جمشید حکمران سرانجامی کے سب سے مشہور سرانجامی
تھے۔ انہیں جو کیس بھی دیا جاتا، وہ اسے حل کر کے چھوڑتے۔
آج تک کوئی ایسا کیس نہیں تھا، جو انہیں ملا ہو اور ان
سے حل نہ ہو سکا ہو، وہ مجرم کو عجیب و غریب طریقوں
سے پکڑتے۔۔۔۔۔ اس طرح کہ مجرم کو وہیم و گمان بھی نہ ہوتا
کہ انپکٹر جمشید کا جال اس کے گرد گھرا ہوتا جا رہا ہے،
اسے تو یوں اس وقت پتا چلتا جب وہ اس کے خطرات تمام
ثبوت حاصل کرنے کے بعد اس پر ہتھ ڈال دیتے۔
حکمران سرانجامی کے تمام آفیسر تو ان کا برا مانتے ہی

ترتیب

= بھند

= کافہ کا پرزہ

= پیکٹ کماں ہے

= تکیا تریب

= دہشتزدہ

= میں آباد ہوں

= شکر

= پیکٹ کاراز

= بیلم شیرازی

تھے۔ کچھ دھیس کے تمام شعبوں میں بھی ان کی دھاک بیٹھی
ہوتی تھی۔ اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے وہ حد درجے ایکاڈمک
تھے۔ ریٹ سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ انہیں حکومت کی
طرف سے جو سوڈ سائیکل ملا ہوا تھا، اسے صرف ڈیوٹی
کے اوقات میں استعمال کرتے تھے۔ غریبوں کے بہت ہمد
تھے۔ قانونی معاملات میں بہت سخت تھے۔ جب کسی کے
غلات کوئی بزم ثابت ہو جاتا تو پھر اس کے ساتھ لڑکی
نیں کرتے تھے، بڑی سے بڑی سفارش کی بھی پروا
نیں کرتے تھے۔ جب کسی بات پر اڑ جاتے تو پھر اس
سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

ان کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑے کا نام محمود احمد تھا
جو الی سکول میں پڑھ رہا تھا، یہ بے حد ذہین اور پھرتیلا
تھا، مشکل اوقات میں اسکل نہیں گھبراتا تھا، کوئی مصیبت
پڑتی تو لٹ جاتا، اکثر اوقات اپنے والد کی مدد کرتا رہتا تھا۔
ان کے دوسرے بیٹے کا نام فاروق احمد تھا، فاروق
بہت چھبلا اور کھلڈا تھا۔ اس پر شرارت کا بہت ہر
وقت سوار رہتا۔ بات بات پر لپٹنے پھوڑتا۔ ہر وقت دوسروں

کو ہنسنے اور مسکرانے پر مجبور کر دیتا۔ اس کی خاص عادت تھی
نور بھی مسکراتا رہتا۔ طبیعت میں شونہی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔
یہ بھی مشکل اوقات میں کبھی نہیں گھبراتا تھا۔ دذخوں پر چڑھنا
اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

فرزانہ فاروق سے ایک سال چھوٹی تھی، ذہین ہاکی ترکیبیں
سوچنے میں ماہر، انپکٹر جمشید کو مصیبت میں دیکھ کر حد درجے
نکروند ہو جاتی تھی۔

باپ کی صحبت میں رو کر انہیں بھی جاسوسی کاموں سے
ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، جوئی انہیں کوئی کیس
حل کرنے کے لیے ملتا، وہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگتے۔
اس کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کر لیتے۔ اور یہ کوشش
کرتے کسی طرح وہ اپنے والد کی مدد کے بغیر ہی اس
معاٹے کی تہہ تک پہنچ جاتیں، بلکہ تینوں بھی آپس میں ایک
دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے۔ فاروق البتہ
بظاہر ایسے کاموں سے جی پراتا، لیکن جب کیس میں دلچسپی
یتا تو پھر اتنے دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا۔

ان کی والدہ بیگم جمشید جاسوسی کھیلوں اور جھنجھٹوں سے

ہاں! انہی تھیں۔ انہیں ان کاموں سے الجھن کا ہوتی تھی۔ لہذا وہ کسی کیس کے بارے میں کوئی تفصیل جاننے کی کوشش نہ کرتیں۔ ان اتھاق سے کسی معاملے میں الجھ جاتیں تو پھر حالات کے سامنے بٹ جاتیں۔

ان کے ساتھ کے مکان میں شیرازی صاحب اور ان کی بیوی رہتی تھیں۔ شیرازی صاحب کا کہنا تھا کہ میں شہر میں پھیلا ہوا تھا۔ ان بے وہ عام طور پر گھر سے باہر رہتے۔ ان کے ان فوننگ تھا۔ اکثر ان لوگوں کو ان کے ان فون کرنے کے لیے جانا پڑتا اور فون سننے کے لیے بھی۔ بیگم شیرازی ایک بہت ہی نیک سیرت عورت تھیں اور خاندان کی کامیابی سبوتا کی وجہ سے تنہائی کا شکار بھی رہتی تھیں۔ ان بے ان کے ساتھ بہت افسانہ پیدا ہو گیا تھا۔ خود بھی ان کے ان آتی جانی رہتیں۔

عمود، فادق اور فرزاد بھی سکول چلے جاتے اور الیکٹرک بیٹھ دفتر، سکول سے واپس آ کر وہ کھانا کھاتے، کچھ دیر آرام کرتے اور پھر سکول کا کام کرنے بیٹھ جاتے۔ سکول کا کام کرنے کے لیے عمود اور فادق عام طور پر فیشنل

پارک چلے جاتے، کسی دن نہ بھی جاتے اور فرزاد کے ساتھ ہی کر بیٹے۔

ان کی زندگی اسی طرح گزر رہی تھی اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ زندگی تھی، لیکن چند دنوں سے عمود، فادق اور فرزاد اپنے والد کو بہت پریشان محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے کئی بار پوچھا بھی کر کیا بات ہے، لیکن وہ ہر بار ہال گئے۔ آخر ایک شام جاننے کی میز پر انہوں نے کہا۔ ایک میں ان دنوں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سنگریلوں کا حوض آیا ہوا ہے، سنگریلوں بہت بڑے پیمانے پر بڑھ چکے ہیں۔ مگر نے یہ کیس سیر سے سیر کر دیا ہے۔۔۔۔۔ لیکن میں ابھی تک ان کیس میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکا، لہذا ان بے پریشان رہتا ہوں۔۔۔

کیا ان مسئلے میں ہم آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ عمود

ہاں۔

ابھی تو میں خود بھی کچھ نہیں کر سکا۔۔۔۔۔ تم کیا کر سکتے ہو؟

کیا سنگریلوں ہمارے شہر میں ہی پھیلے ہوئے ہیں؟

فرزانہ نے پوچھا۔

نہیں! ہر بڑے شہر میں... یہی تو پریشانی ہے... میں
چاہتا ہوں... ان کے اصل مرکز کا سراغ لگاؤں اور پھر ان
مرکز پر چھاپا مارا جائے۔

ان کی پریشانی بدستور جاری رہی۔ ایک دن انہوں نے کہا۔
مجھے ایک سراغ ملتا ہے، اس سلسلے میں مجھے دوسرے شہر
جانا ہے... میں آج شام کو روانہ ہو رہا ہوں... وہاں
پہنچ کر اپنی خیریت کی اطلاع دوں گا، میرا خیال ہے، مجھے کئی دن
لگ جائیں گے۔

اور وہ روانہ ہو گئے، تین دن بعد ان کی طرف سے ایک خط
ملتا جس میں لکھا تھا کہ وہ بالکل خیریت سے ہیں اور ان شہر
کے ہوٹل نیو لائٹ کے کمرہ نمبر ایک سو دو میں ٹھہرے ہوئے
ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی خیریت کی اطلاع انہیں ہوٹل کے
پتے پر بھیج دی۔

دو دن اور گزر گئے، پھر ایک پولیس انسپکٹر ان کے گھر
آیا، اس نے بتایا کہ دوسرے شہر کے ہوٹل نیو لائٹ کے کمرہ
نمبر ایک سو دو میں ایک کاش ل ہے... اس کمرے

سے ایک سٹ کیس بھی ملتا ہے۔ اس میں کچھ ساہی موجود تھا جس
میں سے اس گھر کا پتا بھی ملتا ہے... پتا چل گیا کہ یہی
دیا گیا ہے... آپ چل کر دیکھ لیں:

ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ چاروں سوہ خدائے
میں پیچھے، لیکن کاش کو دیکھ کر انہوں نے اطمینان کا سانس
لیا۔ یہ ان کے والد کی کاش نہیں تھی، سہم انسپکٹر۔ مشید
ہوٹل سے غائب تھے۔ شہر میں بھی ان کا کہیں پتا نہ چلتا،
حکام نے انہیں ہر طرف تلاش کرایا، لیکن کوئی پتا نہ چلا، ہم
عمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید پر امید تھے کہ وہ ضرور زندہ
ہیں... ان کے دل گواہی دے رہے تھے... وہ ان کا
بیٹا ہی سے انتظار کر رہے تھے۔ خدا سے ان کی واپسی کی
دعایں کر رہے تھے۔ ایسے میں ایک دن عمود اور فاروق نیشنل
پارک سے لوٹ رہے تھے کہ...

کیوں نہ ہم شانی روڈ پر چلیں — کیا ہی اچھا ہو
ہم اس کی جان بچا سکیں، نہ جانے وہ کون ہے اور یہ
وہ اسے کیوں جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں؟
میرا خیال ہے کہ میں گھر چلنا چاہیے — اہی نے
میں صرف ایک گھنٹے کی سیر کرنے کی اجازت دی تھی،
اگر دیر ہو گئی تو وہ پریشان ہوں گی اور واپسی پر ہماری خیر
میں میں گی: فاروق بولا۔
لیکن یہاں ایک زندگی کا سوال ہے۔ ساری بات انہیں بتا
دی گئی تو وہ کچھ نہیں کہیں گی:
جیسے تمہاری مرضی:

شانہ روڈ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا انہوں نے یہ
فاصلہ تقریباً پندرہ منٹ میں طے کیا۔ شانی روڈ پہنچنے کے
بعد انہیں گیارہ نمبر کا مکان تلاش کرنے میں کوئی وقت نہیں
ہوئی۔

یہ ایک اوسط درجے کا مکان تھا اندر روشنی ہو رہی تھی
میں کا مطلب یہ تھا کہ اندر کوئی شخص موجود ہے۔ انہوں
نے دروازے کے ساتھ دروازے کی طرف قدم

برسائے۔ پھر محمود نے دستک دی۔

جلد ہی دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان
شخص تھا جو چہرے سے بہت شریف دکھائی دیا۔
کیا بات ہے: اس نے دونوں کو حیرت مہربی نگاہوں
سے گھورا۔

ہم ایک ضروری کام سے آئے ہیں — کیا آپ
میں اندر آنے کے لیے نہیں کہیں گے؟ محمود نے
شانہ لہجے میں کہا۔

وہ سکرایا اور پھر انہیں رات دیتے ہوئے بولا —
آ جاؤ اندر:

وہ دونوں کو ایک کمرے میں لایا۔ فاروق بالکل خاموش
تھا۔ محمود کو ہی کہنا پڑا۔

آپ کی زندگی کو شدید خطرہ ہے:

جی ہاں وہ اس طرح اچھلا جیسے اُسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔
جی ہاں! — کیا آپ کے لیے یہ غیر متوقع بات ہے:
نہیں — جی ہاں!

میں سمجھا نہیں — آپ نے ہاں کہا ہے یا نہیں:

عمود نے پوچھا۔

تم صاف صاف کیوں نہیں بتاتے، کیا بات ہے۔

کچھ لوگ آپ کو جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔

تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔

بہن کہہ سکتے ہیں۔

دیکھو بیٹے! تم مجھے پریشان کر رہے ہو۔ اگر تم

اس طرح بعد میں مجھ سے کسی انعام کے امیدوار ہو اور

یہ سب نامک اسی لیے کر رہے ہو تو ابھی بتا دو

میں نہیں مانگس نہیں لوٹاؤں گا۔

آپ بھی غلط سمجھو۔ فاروق کو فخر آگیا۔ ہم بھکاری

نہیں ہیں۔

اوسے امی نے کب کہا ہے کہ تم لوگ بھکاری ہو۔

میرا مطلب ہے شاید تم اسی طرح لوگوں کو خوفزدہ

اور ہراساں کر کے پیسے بناتے ہو۔

نئی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس مرتبہ بھی

فاروق ہی ہوا۔ اس کا فخر ابھی کم نہیں ہوا تھا۔

پھر کیا بات ہے۔ اس نے پوچھا۔

آپ کا نام کیا ہے؟ عمود اپنا نام پوچھ بیٹھا۔

شاہد۔ مجھے شاہد کہتے ہیں۔

اچھا تو جناب شاہد صاحب بات حاصل یہ ہے کہ ہم

دونوں ارہمن روڈ سے گزر رہے تھے کہ ہم نے ایک

شخص کو ٹیلیفون پر کسی کو پیغام دیتے سنا، پیغام بڑا

ڈراؤنا تھا، اس لیے ہمارے کان کھڑے ہو گئے۔

مگر تم پیغام کیسے سن سکتے تھے۔ ٹیلیفون ٹیشے کے پھوٹے

سے چکر کمرے میں رکھا ہوتا ہے اور جب اس کا دروازہ

بند کر دیا جاتے تو آواز باہر نہیں آ سکتی۔

جی ہاں! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، لیکن اس وقت شرک

بالکل سناں تھی اور فون کرنے والا شاید جلدی میں تھا اس

نے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔

غیر۔۔۔ تو وہ کیا پیغام تھا اور اس پیغام کا میری

ذات سے کیا تعلق ہے؟

آپ کا تعلق نہ ہوتا تو ہم یہاں کیوں آتے۔ بہر حال

پیغام یہ تھا، شانی روڈ مکان نمبر گیارہ، وہ رات کو گھر

پر ہی ملے گا۔ آج رات ٹھیک بارہ بجے اسے ختم ہو

جانا چاہیے :

کیا... شاید ایک بار سہرا اُٹھل چلا۔ کیا تم لوگ یہ
کہہ رہے ہو :

بھلا ہمیں جھوٹ بولنے سے کیا حاصل ہو گا :

اس شخص کا علیہ بتا سکتے ہو : اب شاید کے چہرے پر
سراسیمگی کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے : اس کا اظہار
ختم ہو گیا تھا :

اس کے سر پر ہیٹ تھا جسم پر اور کوٹ تھا : کوٹ
اسکل سیاہ تھا اور اس سے زیادہ تو ہم بھی نہیں دیکھ
سکے : کیونکہ اس وقت ہماری یہی کوشش تھی کہ اس کی توجہ
ہماری طرف نہ ہو :

ہوں ! شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو : میں تم دونوں کو
شکر گزار ہوں اور اگر زندہ رہا تو ضرور تمہیں انعام
دوں گا : اس وقت تو میں تمہاری کوئی بھی خدمت نہیں
کر سکتا : کیونکہ مجھے اپنی زندگی کے بچاؤ کا سامان کرنا ہے
وہ خاموش ہو کر انہیں دیکھنے لگا :

نہیں : کوئی بات نہیں : ہم یہاں تک کسی انعام

کے ہاپٹ میں نہیں آئے تھے :

"سہرا بھی میرا ہی چاہتا ہے تمہیں انعام سے لاد دوں : بہتر
ہے : تم اپنا پتا مجھے دے جاؤ : یہ تو اس کاغذ پر کچھ درج
ہو گا : اس کی ضرورت ہی کیا ہے :

شاید مجھے سہرا تمہاری مدد کی ضرورت پڑ جائے :

جی ہمت : محمود کاغذ پر اپنا پتہ لکھنے لگا : اس دوران

شاید سوچ میں کھویا رہا : سہرا اچانک وہ کہنے لگا :

نہیں ! میں ان سے اپنے آپ کو کبھی نہیں بچا سکتا :

وہ مجھے سپاڑ کی کھوہ سے بھی باہر نکال لیں گے اور اگر
میں ان کے جتنے چڑھ گیا تو ————— تو وہ چپ
ہو کر کسی سوچ میں کھو گیا :

کیا تم میرا ایک کام کرو گے : اس نے اچانک کہا :
جی فرمائیے :

میں تمہیں ایک امانت سونپتا ہوں : وہ کسی نہ کسی طرح
ملکہ سراغرسی کے دفتر تک پہنچا دینا : اگر تم یہ امانت
دہاں نہ پہنچا سکتے تو اس سے بہت بڑا نقصان ہو گا :
یہ نقصان ملک اور قوم کا ہے : بس تم یہ سمجھ لو کہ

بہت ہی اہم چیز ہے۔ یہ کسی طرح ان لوگوں کے ہوتے
نہیں گئی چاہیے۔ تم اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے
لگا سکتے ہو کہ میں اس کی خاطر اپنی جان دے رہا ہوں۔
شاید میں اس دنیا میں نہیں ہوں گا۔ کی کا سوچنا نہیں
دیکھ سکتوں گا۔

یہ کہتے کہتے شاہ اچانک مڑا اور کمرے سے باہر نکل
گیا۔

دونوں پتھر کے بت کی مانند گم مسم بیٹھے رہ گئے
تھوڑی دیر میں شاہ اندر داخل ہوا تو اس کے اندر
میں ایک پیگٹ تھا۔

”وہ چیز اس پیگٹ میں ہے۔ تم اسے کھونا نہیں۔
اس کی پہلی خدمت میں اسے وہاں پہنچا دینا جہاں میں
چاہتا ہوں۔“

”آپ فکر نہ کریں۔ جیسے ہوتے ہی یہ امانت وہاں پہنچ
جائے گی۔ اس جگہ ہماری بھی جان پہچان ہے۔“

”اے وہ دیکھو۔“

”ہم انپکٹر جمشید کے صاحب زادے ہیں۔“ خادون

نے کہا۔
”انپکٹر جمشید۔“ وہ شاہ کے منہ سے بے ساختہ
نکلا۔

”آپ چونکے کیوں؟“ وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے۔
”اب ان باتوں کا وقت نہیں، تمہیں سب کچھ معلوم
ہو جاتے گا۔ تم جس قدر جلد ہو سکتے، یہاں سے نکل

جاؤ۔“

”بہت بہتر۔“ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہ
سے رخصت ہو کر گھر سے باہر نکل آئے۔ اس بات سے
بے خبر کہ ان کے نکلتے ہی تین سیاہ پوش شاہ کے
گھر میں گھس گئے ہیں۔

ان کے جانے کے بعد شاہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ
جانتا تھا کہ اب اس کے جانا دشمن کیا ہی چاہتے ہیں۔
اس نے اپنا ریپور چیک کیا اور ایک سرپی کبھی جگہ
پر کھڑا ہو گیا۔ یہ جگہ ایسی تھی جہاں سے وہ ہر آنے
والے کو دیکھ سکتا تھا۔ ریپور اس کے دفتر میں تھا۔
انگلی بلیں چر رہی تھیں۔

ایک ایک دروازے پر دستک ہوئی وہ پاپ چاہ کر
دستک ایک بار پھر ہوئی مگر وہ اپنی جگہ
نکل نہ سکا۔ پھر ایک کھڑکی کا شیشہ ٹوٹنے کی آواز
آواز آئی جس سے شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر
گئی۔ نہ جانے کیوں؟

تین آدمیوں کے باری باری کودنے کی آوازیں آئیں، وہ
دم سارے کھڑا رہا۔ جب وہ کچھ آگے آگئے تو ایک
شاہ چلا کر بولا۔

تم تینوں ہاتھ اوپر اٹھا دو، ورنہ تمہارے جسم چھڑ
ہو جائیں گے۔

انہوں نے ڈر کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ شاہ اپنی
جگہ سے باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر ایک ناقص مسکراہٹ
تھی اس نے گون کر کہا۔ اپنے منہ دیوار کی طرف کر
لو۔

وہ مڑ گئے۔ شاہ نے باری باری تینوں کی جیبوں سے
پستول نکال لیے۔

اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، تم

بچہ مارنے آئے تھے۔ تمہیں یہی حکم دیا گیا تھا، مگر اب تم
میرے ہاتھ سے نہیں ہٹ سکتے۔ تمہارے بچہ تمہارے پاس
کی باری ہے۔ وہ بھی تمہارے کانٹے کی وار دیئے یہاں ضرور
آئے گا اور میرے ہاتھ سے نہیں ہٹ سکے گا۔

ایک ایک فائر ہوا اور شاہ کے ہاتھ سے دیوار خفا
میں اچھل کر نیچے آ رہا۔ شاہ ہرکا بکا فائر کی سمت کھینے
لگا۔ ایک ایک تینوں نے ایک بھیاںک تھمک لگایا۔

دروازے میں ایک پڑا سرشار شخص کھڑا تھا جس نے پانے
چہرے پر سیاہ نقاب ڈال رکھا تھا۔
کانٹات کہاں ہیں؟ وہ گرجا۔

یہاں نہیں ہیں؟ شاہ نے جواب دیا۔

پھر کہاں ہیں؟

بچے نہیں معلوم۔

تمہاری یہ جرات؟

ہاں، تم مجھے جان سے بھی مار ڈالو میں زبان سے کچھ
نہیں اٹھوں گا۔

ابھی پتا چل جاتا ہے کہ تم کتنے بہادر ہو؟ اس نے کہا۔

پھر اپنے ساتھیوں کے مخاطب ہوا: تلاش کرو سارے مکان کی،
وہ تینوں ادھر ادھر پھیل گئے اور تقریباً پندرہ منٹ کی
تلاش کے بعد وہ واپس لوٹے تو ان کے چہرے پر یوں
کی جھک تھی۔
نہیں ملے۔

ہوں۔ تم بتاتے ہو یا نہیں؟ وہ پھر شاہ کے مخاطب
ہوا۔

نہیں۔

وہ فحشے میں آگے بڑھا مگر اپنا مک مشک کر ڈک گیا۔
اس کی نگاہیں میز پر پڑے کاغذ کے ایک پڑے پر پڑیں۔
اس نے پڑے اٹھا لیا۔ پڑے اٹھاتے دیکھ کر شاہ کا رنگ تر
گیا جیسے اس کے سارے جسم کا خون پھڑپھڑا گیا ہو۔
یہ کاغذ کا وہی پڑے تھا جس پر محمود اپنے گھر کا پتا لکھ کر
دے گیا تھا۔

پکیٹ کہاں ہے

محمود اور فاروق دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئے۔
فرزاد آرام کر کے پر بیٹھی انہیں گھور رہی تھی۔
بہت خوب۔ میں پوچھ سکتی ہوں تم دونوں نے آئی
وہ کہاں لگائی۔ اسی نے صرف ایک گھنٹے کی سیر کی اجازت
دی تھی اور اب تین گھنٹے ہونے والے ہیں۔ وہ تم سے
بہت ناراض ہیں۔

اوسے اوسے ہماری پیاری بہن! ہمیں ایک بہت مزیدار
کام کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔ اگلا ہم کبھی دیر نہیں
لگائیں گے۔ محمود گڑگڑایا، حالانکہ فرزاد اس سے دو

سہ پہر تھی۔

تم ہر روز یہی کہتے ہو مگر آج نہیں بتانا پڑے گا کہ
کوئی سا ضروری کام تھا جس کے لیے تمہیں اتنی دیر ہو گئی
یہ ہم نہیں بنا سکتے۔

تو میں پل اکی کے پاس فرزانہ تیزی سے اٹھ کر
دور سے کی طرف بڑھی۔

دور سے اسے دیکھ کر فرزانہ اس کے راستے میں کود
پڑی۔

مگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں ضرور اکی کو بتا دوں گی۔
مگر تم بچے نہیں ہاتھ دے دو گے تو میں یہیں کھڑے کھڑے
شہر بھا دوں گی۔

تم سے خدا بچے! فالوق نے دانت پیسے۔

میرا خیال ہے کہ اس شیطان کو بتانا ہی ہو گا کہ
تم نے ہتھیار ڈال دیے۔

لیکن پہلے اس سے وعدہ لے لو کہ اکی سے اس بات
کا تذکرہ نہیں کرے گی! فالوق بولا۔

ابھی وعدہ دیا تھا اب؟

۲۸

اور محمدا اسے دیکھتے ہی ساری بات بتانے لگا۔
فرزانہ محمدا سے سن رہی تھی۔ اس پر ایک غیر معمولی جوش
اور خوشی کی کیفیت طاری تھی۔
وہ پکٹ کھانے ہے۔ بات مکمل ہونے کے بعد فرزانہ
نے پوچھا۔

یہ لا میری جیب میں؟
فرزانہ دیکھوں تو؟

محمدا نے جیب سے پکٹ نکال کر اسے دے دیا۔
اس میں تو کچھ کاغذات ہیں شاید
ہاں؟

تو تم صبح انہیں محکمہ سرانفرسانی پہنچانے کا ارادہ رکھتے
ہو۔

ہاں بالکل۔ یہی ارادہ ہے۔

تم اپنے ارادے میں کامیاب تو اس وقت ہو گے
تا جب یہ پکٹ یہاں صبح تک محفوظ رہ گیا۔
کیا مطلب؟ دونوں بڑی حیرت منکے۔

ہو سکتا ہے، شاید اپنے دشمنوں کو بتانے پر مجبور ہو

ہائے کہ کافذات کہاں ہیں؟
انہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مشر شاہ بہت سخت جان
معلوم ہوتے ہیں اور پھر انہیں اپنی جان کی اتنی پروا
نہیں جتنی ان کافذات کی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یہ
کافذات دشمنوں کے حوالے کر کے اپنی جان بچا سکتے
تھے۔

تم ٹیک کہتے ہو مگر ہو سکتا ہے وہ مشر شاہ سے
ہلکوانے میں کامیاب ہو جائیں اور پھر ادھر کا رخ
کریں۔
فرزاد کی بات سن کر دونوں مہربان میں ڈوب گئے۔ ہر
فاروق نے کہا۔

میرا خیال ہے فرزاد ٹیک کہتی ہے۔
تو پھر کیا کریں۔

اے تصویر کے ایسے ذرہ دیں: فاروق نے تجویز
پیش کی۔

وہ وہاں سب سے پہلے دیکھیں گے۔ فرزاد بول اٹھی۔
ہائیں باغ میں گڑھا کھود کر کیوں نہ دیا دیں:

میرا خیال ہے کہ یہ بہتر رہے گا: فاروق نے۔

تینوں ہائیں باغ میں پھپھے۔ انہوں نے ایک چتر کی رو
سے پھوٹا سا گڑھا کھودا۔ اور پیکٹ کو اس میں دفن
کر دیا۔

اس کام سے خدشہ ہو کر وہ پھر اپنے کمرے میں
آئے۔

اچھا! میں جاتی ہوں۔ اسی سے کہہ دوں گی کہ تم صفیں
سر شام ہی دہلی آ گئے تھے اور اب عزت سے سو
رہے ہو۔ اور فرزاد اسی کے کمرے کی عزت چل
دی۔

ابھی ٹیک نہیں لوٹے وہ دونوں، کہاں رہ گئے آئی
آئی میں ان کی خوب خبر دوں گی۔ فرزاد کو دیکھتے ہی
اسی بول اٹھیں۔

نہیں اکی! وہ تو بہت دیر ہوئی مگر آپکے ہیں۔
اور اپنے کمرے میں سو رہے ہیں۔ میں انہی کو دیکھنے
گئی تھی۔

مگر وہ اندر آئے کیسے۔۔۔ بچے تو پتا بھی نہیں چلا۔

وہ اپنے والی کھڑکی میں سے آئے ہوں گے، اس
خیال سے کہ آپ سو چکی ہوں گی۔ اور آپ کی فینڈ
میں نکل پڑے گا۔

اپنا تو اب تم بھی بیٹ جاؤ۔
فرزاد بیٹ گئی مگر فینڈ آنکھوں سے کہہ سوں دور

تھی۔
ابھی ایک گھنٹا بھی نہیں گزرا تھا کہ کوئی زور زور
سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ فرزاد کا دل دھڑک
اٹھا۔

دروازہ زور زور سے کھٹکھٹا رہا رہا تھا، لیکن فرزاد
جاننے کے باوجود بھی نہ اٹھ سکی تھی۔ پھر اس نے
دیکھا کہ اس کی الی اٹھ کر دروازے کی طرف جا
رہی ہیں۔

بیگم جمشید نے دروازہ کھولا۔ دروازے میں چار بے
ہوش لگے زبان کھڑے تھے۔ ان کے لباس سیاہ
تھے ان میں سے ایک کا پہرہ نقاب میں چھپا ہوا
تھا۔

محمود یہاں ہی رہتا ہے۔

کیوں کیا بات ہے؟ بیگم جمشید کا دل دھڑک اٹھا۔

جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔

ان میں رہتا ہے، کیا بات ہے، تم کیوں پوچھ رہے

ہو۔

کوئی جواب دینے کی بجائے وہ اندر گھس آئے۔

یہ تم کیا کر رہے ہو۔ گھر کے اندر کیوں گھس

آئے ہو۔ میں کہتی ہوں باہر نکلو۔

خاموش رہی، ورنہ تمہارا لگا دہانا پڑے گا؟ ان میں

سے ایک غرایا۔

کہیں ہے محمود؟

پتے کمرے میں سو رہا ہو گا۔

تو پھر اس کے کمرے میں۔

بھرتا بیگم جمشید محمود اور فاروق کے کمرے کی طرف چلی

پڑی۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھیں کہ ان کے کمرے کا

دروازہ کھٹا اور وہ دونوں باہر نکل آئے۔

کیا بات ہے انی؟ ان کے منہ سے نکلا پھر ان چاروں

یہ سطر ہلاتے ہیں کہ کے کیسے رکھ دے گئے۔

تم میں سے محمد کوں ہے؟

میں ہوں۔ کیا بات ہے: محمد نے بظاہر ان کو کہا۔

وہ پیکٹ کہاں ہے؟

کوئی سا پیکٹ؟

اتنے اہمیان نہ بنو۔ میں سب کچھ معلوم ہے:

کیا معلوم ہے، کیا پیکٹ۔ اور یہ کیا معاملہ ہے؟ محمد

کی اکی سنت حیران تھیں۔

تم غامض رہو۔ ان محمد پیکٹ کہاں ہے:

مگر سرطاسی کے دفتر میں:

وہاں کیسے پہنچ گیا۔ تم بھٹ بولتے ہو:

میں وہ پیکٹ چکدار کو دے آیا تھا:

کہاں کرتے ہو۔ وہ پیکٹ یہیں کیسے ہو گا، تھاکسٹ

کرد۔ نقاب ہڈی نے اپنے ساتھیوں سے کہاں اور تینوں

محمد ادمر پہیل گئے۔

یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یاد رکھو تم سے غیر قانونی حرکت

سرزد ہو رہی ہے۔ اس کے لیے تمہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

محمد جواب تو اس وقت دی گئے جب تم ہی گزند

کرا سکو۔ وہ بتا۔

اس گھر میں کتنے افراد رہتے ہیں: اس نے پوچھا۔

میں اور یہ دونوں: وہ کچھ کتنے کتنے رک گئیں۔ انہیں

فرزاد اور اپنے شوہر کا خیال آ گیا تھا۔ فرزاد کو وہ اپنے

کمرے میں سوتا چھوڑ آئی تھیں۔ عیاشی نے والے میں وہاں

پہنچ گئے، کہیں وہ فرزاد کو نہ ڈرائیں دھمکائیں۔ اس خیال

کے آتے ہی وہ دروازے کی طرف پھکیں۔

کہاں چلیں: کتاب پکسل خرایا۔

تعداد سے ادنی میری چیزوں کو ادمر ادمر نہ کریں:

نہیں، وہ مرن پیکٹ تھاکسٹ کریں گے، کسی اور

بھڑکواؤ نہیں لگائیں گے۔ بے فکر رہو، ہم یہ نہیں

ہیں:

اور اس پیکٹ میں ہے کیا اس یہاں کیسے پہنچ گیا:

اس میں ایک قیمتی راز ہے محمد تمہیں نہیں بتا سکتے

تمہاری خیر اسکی میں ہے وہ ہمارے والے کر دو۔ تمہارا
بیٹا خوب جانتا ہے۔

کیوں نمود؟ اس کی ای نے پوچھا۔

ہاں ای۔ پیکٹ لے لے ضرور تھا۔ لیکن اب یہاں نہیں
ہے۔ میں اسے ٹھکر سرانفرسانی کے چوکیسدار کو دے آتا
ہوں۔

تم جھوٹ دیتے ہو، اتنی جلدی تم دہاں پہنچ بھی گئے
اور واپس بھی آ گئے۔

تم آخر میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے۔ نمود
نے کہا۔

مجھے یقین ہے وہ یہیں کیسے ہے۔ تم نے مزدور لے
کیس چھپا دیا ہے۔

فاروق اور نمود کے دل دھڑک رہے تھے وہ سوچا
رہے تھے اگر یہ لوگ تلاش کرتے کرتے پائیں باغ
مک پہنچ گئے تو کیا ہو گا اور پھر نہ جانے مٹر شاہ
کا کیا بنا۔ انہیں ہمارا پتا کیسے معلوم ہوا۔
تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد اس کے ساتھیوں کی واپسی

ہوئی۔ تاکہ ان کے چہروں پر جھلک رہی تھی۔

ہاں! ہم نے پٹنگ، کرسیوں اور صوفوں تک کو بھاڑ ڈالا،
لیکن پیکٹ کا سراغ نہیں ملا۔

اوسے تمہارا ستیا، کس تم نے میرا سامان برباد کر دیا؟
بیگم جمشید تقریباً رو پڑیں۔

ہم نے مجبوراً ایسا کیا ہے جب پیکٹ کیس نہ ملا تو
گوسے بھاڑنے پڑے۔

گھر میں کوئی اور فرد تو نہیں ہے۔ ہاں لے پوچھا۔
تینوں کے دل دھڑک اٹھے۔ یکبارگی انہیں فرزانہ کا
خیال آیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ حیرت کا بت بن گئے۔
ان کا ایک ساتھی کمرہ دیا تھا۔
نہیں گھر میں اور کوئی بھی نہیں۔

کیا؟ گھر میں اور کوئی نہیں۔ نقاب پوش کے لیے
میں بے یقینی تھی۔

نہیں۔ اس بات پر انہیں حیرت بھی ہوئی اور خوشی
بھی۔ ساتھ ہی وہ پریشان بھی تھے مگر فرزانہ کس
پہل گئی۔

بہت خوب میں ابھی پوچھ رہی ہوں یہ کہتے جوتے
نقاب پوش نے ریلوے جیب سے نکال لیا۔ دوسرے
ایسے ریلوے کی مال بیگم جمیلہ کی کپڑی پر رکھی تھی
اور وہ ان سے کہہ رہی تھی۔ اگر تم نے پکیٹ کا پتا
نہ بتایا تو میں گولی مار دوں گا۔

تم میں محمود بھائی، اس وقت اس کی رات
بہت نازک ہو گئی تھی۔ وہ بے بس ہو گیا تھا۔ ایک
طرف ماں کی زندگی تھی تو دوسری طرف وہ پکیٹ۔
تم اب تک خاموش ہو۔ میں دس تک گنتا ہوں۔
اگر تم نے دس پر بھی نہ بتایا تو تمہاری ماں کی دھڑ
تمہارے قدموں میں تڑپ رہی ہو گی۔

تم بتانا بیٹے! ہو سکتا ہے، اس پکیٹ کے ان
کے ہاتھوں میں پے جانے سے کسی کو کتنا نقصان پہنچے۔
اس لیے میری جان کی ہرگز پروا نہ کرنا۔ ان
کی والدہ پڑائیں۔

ایک نقاب پوش غریب۔

وہ ان کے رنگ اڑ گئے مگر بیگم جمیلہ پرسکون

تھیں۔
تین تین پر دونوں گراڑا گئے۔

چار، پانچ، چھ، سات۔

شہرہ: فاروق چھ اٹھا۔ میں بتاتا ہوں۔ خدا کے لیے

شہرہ:
فاروق: خیردار جو تم نے بتایا: بیگم جمیلہ چھوڑیں۔

اٹھ۔

شہرہ: اس مرتبہ محمود برداشت نہ کر سکا۔

وہ پکیٹ پائیں باغ کے ایک درخت کے پاس زمین
میں دفن ہے۔

بہت خوب: نقاب پوش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ تم نے کیا کیا۔ تم اپنے باپ سے بہت
پچھے رہ گئے۔ اگر اس وقت وہ گھر میں ہوتے تو کبھی

نہ بتاتے، چاہے یہ لوگ میری بوٹیاں تک نوچ ڈالتے۔

چلو چل کر وہ جگہ دکھاؤ: نقاب پوش نے اُسے

کنڈے سے پکڑتے ہوئے دھکیلا۔

فاروق اور محمود دروازے کی طرف بڑھے۔

نئی ترکیب

تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے پکٹ یہاں نہیں
چھپایا تھا۔ نقاب پوش کی آواز میں شدید غصہ تھا۔
خدا کی قسم ہم نے یہاں ہی چھپایا تھا۔ محمود فوراً

۱۰۰

تو پھر وہ کہاں چلا گیا:
دیکھ نہیں رہے ہو، گڑھا کسی نے دوبارہ کھودا
ہے، مٹی اس کے کنارے کے پکس پڑی ہے:
ہوں، معلوم تو یہی ہوتا ہے — تم تینوں میرے
ساتھ آؤ: اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پائیں باغ

تم بھی ساتھ چلو۔ نقاب پوش غرایا۔
وہ بھی محمود کے پیچھے چل پڑی۔ ان کے قدم بھل
بھل تھے۔ جسم میں جیسے جان نہیں رہ گئی تھی۔
سب پائیں باغ میں آئے۔ رات سا ایک تھی۔ اگر ان
کے پاس ٹارپس نہ ہوتیں تو آگ کو آگ سمجھائی نہ دیتا۔
دھڑکتے ہوئے دونوں کے ساتھ وہ اس جگہ پہنچ گئے۔
جہاں انہوں نے پکٹ دفن کیا تھا۔
یہی ہے وہ جگہ۔ محمود نے اشارہ کیا۔

وہ تیزی سے اُسی جگہ بھکے مگر ٹھٹھک گئے، مٹی گڑھے
کے کنارے ایک چھوٹے سے ڈھیر کی صورت میں پڑی
تھی اور خال گلاھا بنے تڑنگے ہواشوں کا سہ چہڑا
۱۰۱ تھا۔

سے ہی ہوا باہر نکل گیا۔ ان کے سامنے سر جھکائے
ان کے نیچے جا رہے تھے۔

ان کے چلتے ہی تینوں نے اطمینان کا سانس لیا۔
ان کی ان کے ہاتھ کھینچنے کے لیے سر کھڑا ہی تھا کہ
خود نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے
کا اشارہ کیا۔

انہی جان آ رہے لوگ ابھی یہاں سے جا رہے تھے۔
نہیں۔ چپ کر ہماری نگرانی کریں گے۔ زبان بند
فرزانہ کا نام نہ آئے پاس۔

مگر وہ ہے کہاں؟ ان کی ان کے دیکھنے لے رہے ہیں
کہا۔

جہاں بھی ہے، غیرت سے ہے اور پیکٹ بھی ضرور
ان کے پاس ہے۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔ آؤ اب اندر چل کر بیٹھیں۔
تینوں اندر آئے مگر ان کے چہروں پر غم تھا۔
تینوں ہی سوچ رہے تھے کہ فرزانہ کہاں اور کس
حال میں ہے اور پیکٹ کہاں ہے۔

خدا ہائے وہ کہاں چلی ہے۔

پتے پر تینوں گھر سے نکلتے ہی۔ غصے سے
تم دونوں جاؤ۔ میں یہی چاہتی ہوں کہیں نہ لگ
چہ نہ آجانی۔

وہ ایک گھر کی طرف چل بیٹھا۔ سب سے پہلے
وہ اپنی ان کے گھر میں آئے۔ فاروق نے دیکھ
لے میں پکارا۔

فرزانہ تم کہاں ہو، اب غلطو سر سے مل چکا
ہے۔

انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ وہ دوسرے کمرے میں گئے۔

فرزانہ وہاں بھی نہیں تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے سارا
مکان دیکھ ڈالا۔ فرزانہ کیس نہ ملی۔ اب تو ان کی پریشان
کی انتہا نہ رہی۔ وہ پریشان حال واپس ان کے
دس آئے۔

کیس فرزانہ باغ میں ہی نہ ہو؟ فاروق نے خیال
پیش کیا۔

پائیں باغ میں؟ ان کی ان کے خیالی میں بولیں۔

ہاں کسی درخت پر۔ آپ کو معلوم ہے آقا اس نے
بزرگ پڑے پہنے ہوئے ہیں — لہذا اگر وہ کسی گھنے
درخت پر چڑھ جائے تو کسی کے فرشتوں کو بھی نظر نہیں آ
سکتی اور درختوں پر چڑھنے میں تو وہ کافی
تیز ہے:

خدا کرے میری بچی ہر طرح محفوظ ہو: بیگم جمیدہ
کی آواز بھڑا گئی۔

اگر وہ کسی درخت میں چھپ گئی ہے تو اس طرح
وہ صبح ہونے تک تو محفوظ ہے، لیکن جوہی دن لگا
وہ دیکھ لی جائے گی۔

پھر کیا کرنا چاہیے؟

میرا خیال ہے کہ یہ سب کہ فرناز پر ہی چھوڑ
دینا چاہیے۔ اس وقت تو وہ ہم سب سے زیادہ
محکم منہ ثابت ہوتی ہے:

ہاں، مگر وہ ساری رات درخت کی شاخوں میں
دکھ کر کیے گڑا رہے گی: بیگم جمیدہ کی آواز گھبرائی
ہوتی تھی۔

یہ بات بھی ہے تو کیوں نہ ہم اسے تلاش کرنے
کی کوشش کریں: محمود نے تجویز پیش کی اور پھر خود
ہی کہنے لگا۔ ذرا میں باہر تو جھانک کر دیکھ لوں کہ
کیوں وہ لوگ تو موجود نہیں: محمود کب پہلا بیٹھنے والا
تھا۔

محمود دیکھو مگر اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکے
کہ ہم کیا کر رہے ہیں: فاروق نے اسے خبردار کیا۔

تم نگر نہ کرو میں بدصورت نہیں ہوں: یہ کہتے ہوئے وہ
اٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے وہ اپنے کمرے میں گیا
اور پائیں باٹھ وال کھڑکی سے باہر جھانکا۔ پھر وہ مکان
کی چھت پر چڑھا، لیکن اس نے اپنا سر منڈیر سے
اوپر نہیں ہونے دیا۔ اس نے تقریباً اسی حالت میں
رہتے ہوئے چاروں طرف دیکھا اور پھر وحک سے رہ
گیا۔ اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔

کیوں کیا؟ فاروق نے پوچھا۔

کیا وہ لوگ چلے گئے: بیگم جمیدہ نے پوچھا۔

نہیں اسی وہ مکان کے چاروں کونوں پر کھڑے ہیں۔

ہر کونے پر ایک ادنیٰ موجود ہے۔
اور پھر اب کیا ہو گا۔ میری بچی فرزانہ۔ وہ اس
سے آگے کچھ نہ کہہ سکیں
فرزانہ جہاں بھی ہے، خیریت سے ہے۔ محمود بڑھاپا۔
ہاں۔ کاش۔ بیگم جمشید کاش کہہ کر چُپ ہو گئیں۔
کیا کہنا چاہتی ہیں آپ۔ کیا یہی کہ اس وقت ابا جان یہاں
ہوتے تو۔

نہیں۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ کاش ہمارے
گھر میں ٹیلیفون لگا ہوتا۔
ٹیلیفون تو شیرازی صاحب کے ان بھی ہے۔ فاروق
کو اچانک خیال آیا۔

مگر ہم میں سے کوئی شیرازی صاحب کے گھر کیسے پہنچ
سکتا ہے۔ دونوں مکانوں کی دیواریں ملی ہوئی ضرور ہیں۔
یکے کے چھت بہت اونچی ہے اور دروازے
کے راسے تو ہم جا ہی نہیں سکتے۔ ان کی اکی نے
ہاکس لہجے میں کہا۔

وہ لکھتے ہی فرزانہ پھٹی نہیں رہ سکے گی اور پکیٹ

ان کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں دن بھر کے پلے پلے
کچھ کرنا ہے۔ فاروق بولا۔
دیکھو۔ نہ ہم چھت کے راستے شیرازی صاحب کے
مکان میں جا سکتے ہیں، نہ دروازے کی طرف سے، اس
صورت میں ہم صرف ایک طرف وہاں جا سکتے ہیں۔
محمود نے مسرت سے کہا۔

اور وہ کیا۔ بیگم جمشید بے چینی سے بولیں۔
دیوار کے راستے۔

تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے۔ کیا ہم دیوار میں
نقب لگائیں۔

یار تم سنو تو سہی۔ پوری بات سننے نہیں اور درمیان
میں بول پڑتے ہو۔

اچھا کمزور، کیا کہنا چاہتے ہو۔

تمہیں معلوم ہے ہمارے باورچی خانے میں ایک ٹون
واک ہے۔ اس روشن دان کے دوسری طرف کسی
زمانے میں کھلا میدان تھا اور شاید یہ اکی بے بنایا

کی تھا لیکن بندہ میں شیرازی صاحب نے وہ کھٹا میدان
خرید لیا اور اب ہمارے باورچی خانے کے دوسری
طرف ایک کمرہ بن چکا ہے جو شیرازی صاحب سٹور
کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

• اوہ اے اسکل ٹھیک۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔
بیگم جمیلہ کی آواز میں مسرت رہی ہوئی تھی۔

• پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ یہ کہ میں یا تم اس
دوشن دان میں سے پھاگس جھانیں؟ فاروق نے کہا۔
• اے! محمود نے کہا۔

• اس دوشن دان کے دوسری طرف چھوٹا لگا انا
اسان نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ تم ضرور سر کے
بن گرو گے۔

• میری تجویز یہ ہے کہ ایک رسی باورچی خانے میں
کسی چیز سے باندھ کر دوشن دان سے دوسری طرف
یعنی شیرازی صاحب کے گھر میں لٹکا دی جائے۔ میں
میز پر ایک چھوٹی میز اور اس پر کوئی سٹول رکھ کر
دوشن دان تک پہنچ کر رسی کے ذریعے دوسری طرف

کھک جاؤں اور پھر آہستہ آہستہ دوسری طرف اتر
جاؤں۔ کیوں ہے؟ نا شاندار مدد میرا محمود نے فقرہ انداز
میں دونوں کی طرف دیکھا۔

• ہاں کل ٹھیک۔ فاروق نے اس کے خیال کی تائید کی۔

• تمہیں اٹھے۔ سب دروازے اندر سے بند کیے اور
باورچی خانے میں چلے آئے۔

فاروق نے بڑی میز دیوار کے ساتھ لگا دی اور پھر

اس پر ایک چھوٹی میز رکھ دی گئی۔ یہ کام وہ اتنی

احتیاط سے کر رہے تھے کہ ذرا سی بھی آہٹ

نہ ہو۔ اب محمود بڑی میز پر چڑھا، پھر چھوٹی میز

پر۔ چھوٹی میز پر کھڑے ہو کر اس نے اٹھتے روشندان

کی طرف بڑھائے۔ اس کی انگلیاں روشن دان سے

صورت تین اپنی کے فاصلے پر تھیں۔ اس نے اڑیاں اوپر

اٹھائیں مگر اتنے پھر بھی روشن دان تک نہ پہنچ سکے۔

وہ آہستہ آہستہ نیچے اتر آیا۔

• کوئی ایک فٹ اونچی چیز اور ہونی چاہیے تب

میں روشن دان تک اسان سے پہنچ سکوں گا؟

فادق گیا اور ساتھ دالے کرے سے ایک سٹول اٹھا لیا۔
پس اب ٹھیک ہے، ابھی فادق اب میں چلا

خدا حافظ:-

مہر پہلے بڑی میز پر چڑھا۔ پھر فادق سے بولا۔
"وہ مجھے رکتی پکڑا، وہ فادق نے رکتی کا دوسرا سر

اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

وہ دوسری میز پر بھی چڑھ گیا، لیکن ابھی تیسری میز
پر چڑھنے کے لیے پاؤں اٹھایا ہی تھا کہ عین اس وقت
دروازہ زور زور سے دھڑا دھڑایا جانے لگا۔ اُن کے دل
دھک سے رہ گئے۔

روشن دان

محمود فوراً نیچے اتر آیا:-

کیوں کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں جلد از جلد دوسری

مات میں چھانک جاؤں؟

بے وقت مات ہو، وہ لوگ اندر آ کر تمہارے مشق

پہنیں گے، تو ہم کیا جواب دیں گے، تمہیں نہ پا کر محالہ

گراؤ ہو جائے گا؟

فادق ٹھیک کہہ رہا ہے محمود نیچے اتر آؤ، مارے

مارے بیگم جوئیڈ کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔

دروازہ پھر پاری وقت سے دھڑا دھڑایا جانے لگا۔

نمود اپنے اترنے لگا۔ دروازے پر دستور دستک ہو رہی تھی۔ اُن کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔
 اب کیا کریں؟ نمود نے اپنے ہونے کہا۔
 پہلے یہ میز پر اپنی جگہ پر رکھ دیں۔ اس کے بعد ہم اپنے کمرے میں جا کر سوتے بن جائیں گے اور اکی جا کر دروازہ کھولیں گی۔ اس طرح جیسے بہت گہری نیند سو کر اٹھی ہوں۔

اُن اے ٹھیک رہے گا۔
 انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب نمود اور فاروق ہمارے اپنے کمرے میں بیٹھ گئے تو ان کی اکی نے دروازہ کھول دیا۔

وہ چاروں بڑی تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔
 دروازہ اتنی دیر سے کیوں کھولا گیا؟ اُن میں سے ایک نے پوچھا۔
 میں سو رہی تھی۔ کیوں اب کیا بات ہے۔ تم لوگ میرے آگئے۔
 ہم نے ہی کب تھے۔

کیا مطلب؟ وہ انہاں بن گئیں۔

بھڑو۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے دونوں بچے کہاں ہیں؟
 اپنے کمرے میں، اور کہاں ہو سکتے ہیں؟
 چلو، ہمارے ساتھ اُن کے کمرے تک چلو۔
 آخر بات کیا ہے تم لوگ واپس کیوں آ گئے۔ چاہتے کیا ہو۔ کیوں ہمیں تنگ کرتے ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ پکیٹ یہاں نہیں ہے۔
 تم چلو تو کسی۔

مجبوراً وہ چل پڑیں۔ اُن کے پیچھے وہ بھی چل دیے۔
 نمود اور فاروق گہری نیند سو رہے تھے۔ کمرے میں نیچے جب چل رہا تھا۔
 انہیں اٹھاؤ۔ سیاہ پوش نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

آخر ان بچوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ انہیں سونے دو۔
 سیاہ پوش کا ساتھی آگے بڑھ کر دونوں کو ہلانے لگا۔
 کچھ دیر کھمانے کے بعد انہوں نے ہڑبڑا کر اکھین کھول دیں۔

کیا بات ہے اکی — خیر تو ہے۔ یہ لوگ پھر کیوں آگئے۔ خود نے انجان بننے ہوئے کہا۔

خدا جانے بیٹا۔ کیا پتا یہ لوگ پھر کیوں آگئے۔ ہم ایک بار پھر یہاں کی تلاش میں گئے۔ آخر کیوں کیا ابھی تک تمہارا اطمینان نہیں ہوا۔ نہیں۔

پھر بتاؤ تمہارا اطمینان کیسے ہو سکتا ہے۔ جو حقیقت ہے۔ وہ میں نے تمہیں بتا دی۔ وہ پیکٹ اس گڑھے سے کسی نے نکالا، یہیں نہیں معلوم۔

خیر ہم تلاش میں گئے۔ تم قانون کو اپنے اٹھ میں سے لے رہے ہو، بیگم۔ ہمیشہ نے تیز لے ہی کہا۔

اس وقت قانون گری نیند سو رہا ہو گا، تم فکر نہ کرو۔ ہم قانون مسمیٰ میں ماہر ہیں — ہمارا کام ہی یہ ہے۔

بہت اچھا۔ تم تلاش سے سکتے ہو، بیگم ہمیشہ دانتے سے ہٹ گئیں۔

سیاہ پوش کے تینوں ساتھی تلاش لینے کے لیے بڑھے۔ انفرادی میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا اور یہ جگہ بھی۔ اس کے لیے میں پراسرار مسترت تھی۔ وہی سرخوش ہوئی۔ سیاہ پوش ان تینوں کو باری باری گھور رہا تھا۔ ان میں جس کی نظر بھی کسی سمت نہ جاتی، وہ اپنے ساتھیوں کو اس جگہ کی تلاش لینے کا اشارہ کرتا۔ اس مرتبہ وہ خود بھی چیزوں کو الٹ پٹ کر رہا تھا۔

بیگم جیش کے کمرے کی باری آئی۔ سیاہ پوش کے ایک ساتھی نے پانک کی چادر اٹھی تو وہ پانک اٹھا۔ ساتھ ہی ان تینوں کے دل حلق میں آ رہے۔

ہاں یہ دیکھو: سیاہ پوش ادھر متوجہ ہوا۔ ارے! یہ کیا۔ اس چارپائی کی پانسی کیا ہوئی — کیوں؟ اس نے سوالیہ نظریں ان تینوں پر گھاڑ دیں۔ یہ — ٹوٹ گئی تھی — دہری کہاں ہے؟

وہ باورچی خانے میں ہے۔ بیگم جمشید نے یہ کہہ کر
دیا۔ ان کے اسی پر محمود اور فاروق دونوں کو سخت
غصہ آیا۔

ہارچی خانے میں اس کا کیا کام :
 یہی صافیاں وغیرہ مکان کے کام آتی ہے :
 - ۱۹۱ - ٹھیک - شاید وہ کچھ معطل ہو گئے
 تھے۔

تکاشی پھر شروع ہو گئی۔ آخر وہ ادورچی خانے میں آئے۔ رستی زمین پر پڑی تھی اور اس کا ایک سرا روشن دان کی سلاخ سے بندھا تھا۔

میر کیا — رستی تو نیچے پڑی ہوئی ہے: سیاہ

پیش کے لیے میں شک تھا۔ خود یہ ثابت ہوا کہ
میں کوئی نئے جیسے کسی ہادوں میں بھیج کر
دیکھنے کی وجہ سے پتھر کے بن گئے ہوں۔
دراصل جب اس کی ضرورت ہوتی ہے، میں دوسرا
دوسری کھڑکی کی سطح سے باہر دیکھتا ہوں۔ اس
جہان میں وقت ہوتا ہے۔

ہوں اسیاد پرشہی میں ٹوب گیا۔ ٹابا دو سوپٹ
تہا کر ان کے بیان کو کہاں تک درست کجے۔

آؤ چلیں۔ یہاں کچھ نہیں ہے: بالآخر اس نے کہا۔ اور
اپنے ساتھیوں سمیت باہر نکلی آیا۔ وہ بھی اس کے پیچھے
تھے، یہاں تک کہ وہ گھر سے باہر نکلی گئے۔ ان
تینوں نے اطمینان کا سانس لیا اور دروازہ اندر
سے بند کر دیا۔

اب ہمیں اپنے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے: نمود

لیکن پوری احتیاط سے، کیونکہ جہاں تک میلو خیال ہے
یہ لوگ ابھی نہیں تمیں گے، ابھی ان کا پوری طرح

جہنم میں ہوا۔ بیگم جیش نے کہا۔
 وہ میرا خیال ہے کہ اب اس طرح ٹھیکٹے
 کی کوئی ضرورت نہیں۔ فاروق نے کہا۔
 کیا سبب؟ دونوں فاروق کی اس بات پر حیران ہوئے
 میرے ذہن کے۔

میرا خیال ہے کہ اب وہ لوگ یہاں نہیں نکلیں گے۔
 وہ ضرور اب یہاں سے کوہا کر جائیں گے۔ بلکہ
 اب تک ہا بھی چکے ہوں گے۔ پھر ایسی صورت
 میں ہیں سب سے پہلے مسدود کو تلاش کرنا
 چاہیے۔

تو ٹھیک ہے۔ میں پہلے انہیں دیکھ لوں۔ محمود
 نے کہا اور سب سے پہلے اپنے کمرے میں آیا
 اس نے پائیں باغ والی کھڑکی کھولی ہی تھی کہ سن
 رہ گیا۔ فاروق جو اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔ پل بھر
 کے لیے ساکت کھڑا رہ گیا۔ چاروں بدھشماروں سے
 اپنی باغ کی تلاش سے رہے تھے وہ ٹھیکوں درختوں
 کی شاخوں پر بھی مار رہے تھے۔

ان دونوں کی حالت میں ایسی تھی کہ کوڑ تو بات ہی
 نہ تھیں۔ ان کا جھگڑا گیا تھا۔ دل جھک جھک
 کر رہے تھے۔ دونوں کے ذہن میں موت ایک
 ہی خیال تھا۔

اب کیا ہو گا؟
 اب کیا ہو گا۔ اگر انہیں فرزند نظر آگئی تو —
 اب کیا ہو گا۔ آگے نہ سوچ سکے۔
 ان کے ذہن اس سے آگے نہ سوچ سکے۔
 اب دونوں کو گئے کافی دیر ہو گئی تو بیگم جیش
 بے چین ہو اٹھیں اور پھر وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں

سب سے پہلے وہ تینوں کے کمرے میں آئیں —
 سب سے پہلے وہ تینوں کے کمرے میں آئیں۔
 محمود اور فاروق اندر موجود تھے مگر ساکت حالت میں۔
 وہ ان کی طرف بڑھیں اور ان کے شانوں پر
 اپنے ہاتھ رکھ دیے۔ دونوں چونک کر پٹے۔ انہوں
 نے اپنی اہی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور ساتھ
 ہی تھوڑی سی کھلی ہوئی کھڑکی میں سے دیکھنے کے لیے
 کہا۔ بیگم جیش نے پائیں باغ میں دیکھا اور انہیں
 اپنا سانس رکتا محسوس ہوا۔ باغ میں چاروں طرف

ہرچیز کی مشینیں ابھر سے ابھر رہی تھیں
ان میں سے خدا اب کیا ہو گا۔ ان کے منہ سے
وہ بولی جتنی بھی گئی۔
خدا بد بھروسہ رکھے۔ اسی اسی ہماری مدد کرنے
وہ ہے۔ فاروقی ۱۵۰

میری سسٹرنز کا کیا بنے گا۔ بیچ بیچنے نے
پہلا۔

میرا خیال ہے کہ ہم دونوں باہمی غائبی ہی ہا
کر اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اور آپ یہاں کے
حالات کا جائزہ لیں۔ ساتھ ہی دعا کرتی رہیں کہ فرما
انہیں نظر نہ آئے۔

ایک بار ہم انہوں نے بڑی میز دلا کر کے ساتھ
یکٹی۔ اس پر چھوٹی میز اور اس کے اوپر اس سے
چھوٹی میز۔ گوردھنے بڑی میز پر پڑھا اور اس نے
فاروقی سے رکی کا دوسرا سرا پڑانے کے لیے کہا۔
فاروقی نے اسے رکی تھا دی۔ گوردھری میز پر بھی
پڑھا مگر جب اس نے تیسری میز پر قدم رکھا تو میز ڈھلکا

نہی قریب جا کر گوردھریوں کے ساتھ ہی بیٹھے۔ اس نے
مردانہ کی پہرہ کم اتی۔ اس نے فریڈی ڈیڈ
میز کے پاس پہنچے۔
گوردھنے نے رکی کو دوسری طرف لٹکا دیا۔

اپنا فاروقی خدا مانگا۔ —————
میں گوردھنے کے لیے رکی کھینچے رہا۔ کھڑی یہاں سے
جنا کر اپنی جگہ پر لٹک گیا۔

اپنا خدا مانگا۔

گوردھنے نے وقت بیکشن مان جا کے وہ دونوں کے
نور سے سوچا اچھے لگا۔ اس کام میں اسے اپنا پہلا لہجہ
مرث کرنا پڑا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ بیکشن مان
بیک پہنچا اور پھر رکی لا تھا۔ ہوسے دوسری طرف
لٹک گیا۔

اب وہ فاروقی کی نگاہوں سے اوجھل تھا مگر فاروقی
کی نظری تھی ہوتی رکی پر گڑی ہوئی تھیں۔ جب
بیک رکی ڈھیلے نہ چڑ جائی، اس وقت بیک وہ اسی
کا سانس کیسے لے سکتا تھا اور رکی کے ڈھیلے

ہونے کا مطلب یہ تھا کہ محمود دوسری طرف اتر چکا ہے۔
ہرے ایک منٹ کے بعد رستی ڈھیل ہوئی۔ یہ ایک
منٹ فاروق کو ایک سال کے برابر محسوس ہوا۔
اس نے رکی کھینچ لی۔ میز پر ہلکے سے دھکے لگا
ابھی وہ بڑی میز دیوار سے ہٹانے بھی نہ پایا تھا کہ
باہر آہٹ ہوئی، یہ کسی کے پلنے کی آواز تھی جو باورچی
خانے کی طرف آ رہا تھا۔

فاروق گھبرا گیا، کیونکہ بڑی میز وہ تنہا اٹھا نہیں
سکتا تھا اور گھیننے کی صورت میں آواز پیدا ہونے
کا خطرہ تھا۔ فاروق کا دل دھک دھک کرنے لگا۔
قدموں کی چاپ اب دروازے کے نزدیک پہنچ چکی
تھی۔

فاروق نے باورچی خانے کا دروازہ کھولا۔ باہر ان کی
ای کھڑی تھیں اور ان کے چہرے سے اطمینان جھلک
رہا تھا انہیں دیکھ کر فاروق کی جان میں جان آئی۔
"آپ نے تو میری جان ہی نکال دی اگلی۔"
کیوں کیا بات تھی۔

ابھی یہ بڑی میز نہیں ہٹا سکا تھا کہ قدموں کی چاپ
ٹائی دینے لگی۔ میں سمجھا شاید ان میں سے کوئی آ رہا ہے۔
نہیں وہ لوگ تو اب پائیں ہاٹ سے بھی نکل گئے
ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں فرزانہ نہیں ملی۔
"ہاں! خدا کا شکر ہے۔ اچھا تم سناؤ محمود دوسری طرف
بیزیت اتر گیا ہے یا نہیں؟"

جی ہاں اتر گیا۔
تو ہمیں اس کمرے میں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔
"ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں لیکن باورچی خانے سے
پلے جانے سے پہلے یہ میز یہاں سے ہٹا دینی چاہیے۔
انہوں نے نیز ہٹائی اور باہر نکل آئے۔"

میں آ رہا ہوں

شیرازی صاحب دوسرے پر گئے ہونے تھے۔ اس لیے
بلیم شیرازی اکیلے تھیں اور وہ اپنے کمرے میں سو رہی
تھیں۔ اس گھر میں ان کے ساتھ ایک خادم بھی رہتا
تھا جو اس گھر کا بڑی بھی تھا اور چکیا بھی،
لیکن آج رات چونکہ شیرازی صاحب گھر میں نہیں تھے،
اس لیے وہ بھی گھوڑے بیچ کر سیرا ہوا تھا۔ یکایک
اس کی آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا
اس کی آنکھ کھل گئی۔ اچانک اس کے
انہوں میں آواز آئی۔

ٹٹک ٹٹک

آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ وہ سوچتا میں ٹوپ گیا۔ آواز
مسل آ رہی تھی۔

یا تھا یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ بڑبڑایا۔ کہیں کوئی نقب تو
لگانے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔ وہ ایسا ہی
مستدم ہوتا ہے۔ مجھے پل کر بلیم صاحبہ کو جگانا
پڑا ہے۔ ال آ

وہ اٹھا اور بلیم صاحبہ کے کمرے کی طرف پل پڑا۔
اس نے دھڑکے پر دستک دی۔
کون ہے۔ کیا بات ہے۔ اسے فیند میں ڈوبی
ہوئی آواز سنائی دی۔

بلیم صاحبہ! میں ہوں۔
کون؟ غفور۔

ہی ال آ

کیا بات ہے۔

آپ دروازہ تو کھولے۔ بتاتا ہوں۔ غفور کی آواز
گھبراتی ہوئی تھی۔ اس لیے بلیم شیرازی جلدی سے

ہشیں اور دروازہ کھول دیا۔ غصہ سہا ہوا کھڑا تھا
ان اب بتاؤ کیا بات ہے؟
دراغور سے سلیجے۔ آپ کو کوئی آواز سنا؟ دس
رہی ہے یا میرے کان تک پہنچ رہے ہیں۔ اس نے پریشان
آواز میں کہا۔
کیا مطلب؟

کانی دیر سے میں ایک آواز سن رہا ہوں جیسے کوئی
نقب لگا رہا ہے۔
کیا کہتے ہو؟ بیگم شیرازی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔
آپ سنئے تو۔

بیگم شیرازی خاموش ہو گئیں اور دھیان سے اس آواز کو
سننے لگیں جواب بھی مسلسل آ رہی تھی۔
واقعی تم یہ کہتے ہو؟ بیگم شیرازی بھی سمجھ گئیں۔
پھر اب کیا کیا جائے؟

پولیس کو ٹیلیفون کرتی ہوں اور کیا کیا جاسکتا ہے۔
پہلے دیکھ تو میں آواز کہاں سے آ رہی

اور وہ دونوں اس طرف بڑھنے لگے جس طرف سے
آواز آ رہی تھی۔ کچھ دور چل کر آواز صاف ہو گئی۔
میں یقین سے کہہ سکتا ہوں، آواز شور سے آ رہی
ہے۔ غفور نے دیکھتے ہوئے کہا۔
مگر شور میں تو کوئی ایسی چیز بھی نہیں، بیگم شیرازی
بڑبڑاتی ہیں۔

خدا جانے کیا بات ہے؟ غفور بولا۔
دونوں شور کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اب تو
محاط بالکل صاف تھا، کوئی اندر سے دروازہ کھٹکٹاتا
رہا تھا۔ ڈر کے مارے ان کی کھٹکی بندھ
گئی۔

آخر کوئی شخص اندر کیے پہنچ گیا۔
میرا خیال ہے، کوئی جن بھوت ہو گا۔ غفور
کی حالت تازک تھی۔
پانچوں والی باتیں نہ کر رہے۔ بیگم شیرازی نے کہا۔
پھر دل کڑا کر کے بند آواز میں بولیں۔
کون ہے؟

دھک کی آواز رک گئی اور ہاں سر کے پے مت کو
سنا چھا گیا۔

اندہ کون ہے؟ بیگم شیرازی اور انکی آواز سے
بولیں۔

آنٹی! یہ میں ہوں۔ محمود نے کھکارتے ہوئے کہا۔
میں کون؟ بیگم شیرازی نے پوچھا۔

میں ہوں محمود! جو آپ کے ساتھ والے مکان میں رہتا
ہے۔ الپکڑ جشیہ کا لڑکا۔

مگر تم اندہ کیسے پہنچ گئے اور یہ سب کیا ہے؟
آپ دروازہ تو کھولے۔ میں ابھی سب کچھ بتاؤں

ہوں۔

بیگم شیرازی نے غصہ کو تیار رہنے کا اشارہ کیا۔ اس
خیال سے کہ کہیں دھوکا نہ کیا جا رہا ہو اور محمود کی
بھانجے اندہ کوئی اور ہو۔ ایک بار پھر انہوں نے اپنا
اعتماد کر لینے کی کوشش کی۔

تم محمود ہو نا۔

ہاں آنٹی! اندہ سے آواز آئی۔

تو اس نے گھر میں اور کون رہتا ہے؟
میری امی، میری بہن فریاد اور فاروق، کیوں آپ
ہے کیوں باہر رہی ہیں؟
میں اپنا اطمینان کر رہی ہوں، کہیں اندر کوئی چور
نہ ہو اور وہ دروازہ کھولا چاہتا ہو؟
خدا کی قسم میں گھر ہوں، آپ بے دھڑک
دروازہ کھول دیں؟
باقی بیگم شیرازی نے دروازہ کھول دیا اندر
گھر کھڑا تھا۔

کیا بات ہے۔ یہاں کیوں کر آئے، غیرت تو ہے؟
میں یہاں اس روشن دان سے پہنچا ہوں، گھر نے
روشن دان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"روشن دان سے۔ مگر یہ تو بہت اونچائی پر ہے؟"
جی ہاں، یہ ایک لمبی فاصلہ ہے۔ مگر میں سب
سے پہلے ایک بلڈ فون کرنا چاہتا ہوں۔
"کہ بتاؤ بھی تو: بیگم شیرازی حیلان کھڑی تھیں۔
"ہم ایک مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ دن نکلنے

سے چلے چلے اگر پولیس یہاں نہ پہنچی تو ہماری خیر نہیں۔
اس لیے چلے چلے مجھے فون کر لینے دیں۔ پھر میں اطمینان
سے بیٹھ کر ساری باتیں بتاؤں گا۔

اچھا! آؤ میرے ساتھ۔

بیگم شیرازی اسے فون کے پاس لے آئیں۔
عمود پولیس اسٹیشن فون کرنے لگا۔

ہیلو! کون بول رہا ہے۔ دوسری طرف سے پوچھا

گیا۔

نئی میں ہوں عمود۔ الیکٹرک عیشہ کا بیٹا۔

اچھا۔ کیا بات ہے؟

ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں۔ اس وقت ہم ایک

بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔ چار بدعاشی ہماری

زندگیوں کے ورپے ہیں، سربراہی مزا کر رہا ہے۔

آئیے۔

تم کہاں سے بل رہے ہو۔

میں اپنے مکان کے ساتھ والے مکان سے

بل رہا ہوں۔ یہ شیرازی صاحب کا مکان ہے۔

اور یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہم گرین روڈ
پر رہتے ہیں:

بات کیا ہے؟

میں فون پر تفصیل سے نہیں بتا سکتا، کیونکہ ایک
ایک پل قیمتی ہے۔ دن نکلنے میں صرف دو گھنٹے
باقی ہیں اور اگر وہی نکل آیا اور آپ لوگ اس
وقت تک نہ پہنچے تو ہم میں سے کسی کو زخم
نہیں پائیں گے۔ اس کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ ملک
اور قوم کو ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑے
۔ اچھا میں آ رہا ہوں:

اور ہاں۔ وہ لوگ ہمارے مکان کے چاروں طرف
بکھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ اپنی گاڑی فوراً
یہ روکے گا۔ میں آپ کو شیرازی صاحب
کے دروازے پر ملوں گا:

ٹھیک ہے۔ تم بے فکر رہو۔ اس قسم کے طریقے
بہیں معلوم ہیں:

دوسری طرف سے ریسپورڈ رکھ دیا گیا۔ اب عمود

نے سب انپکٹر اکرام کا فون نمبر نکال لیا۔ یہ انپکٹر جیو

کا اسٹنٹ تھا۔
دوسری طرف مقبوضی دیر تک گھنٹی بجتی رہی آخر
کسی نے فون اٹھایا اور فینڈ میں ڈولہ بولے آواز
نالی دیا۔

”ہیلو“ آواز سب انپکٹر اکرام کی ہی تھی۔ محمود کو
پہچاننے میں دقت نہ ہوئی۔

”السلام علیکم اگل“

”کون ہیں آپ“

”آپ نے مجھے پہچانا نہیں، میں محمود ہوں اگل“

محمود نے شکر نکلے ہوئے کہا۔

”محمود تم اگل“ اور اسی وقت غیرت ہے“

سب انپکٹر اکرام کے بچے سے میرت اور پریشانی کا

اخبار ہو رہا تھا۔

”اگل ہم سخت خطرے میں ہیں جلدی کیجئے“

”تم فون کہاں سے کر رہے ہو؟“

”پیشوا کی صاحب کے ہاں سے“

ہات کیا ہے۔
ہات بتانے کا وقت نہیں ہے۔ بس آپ پیش ہائیے:
اچھا میں آ رہا ہوں:
میں نے پریس کو بھی فون کر دیا ہے:
ٹھیک کیا میں پیش رہا ہوں۔ اسی کے ساتھ ہی
اسی لے رہیوں رکھ دیا۔

شکینہ

فاروق چھت پر پہنچا تاکہ وہ باہر کے حالات دیکھ
سکے۔ وہ سر اوپر اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگا، اسے
چاروں ہمسائے ملتے ہوئے نظر آئے مگر ساتھ ہی
ایک ناروغ کی روشنی اس پر پڑی۔ دوسرے ہی لمحے
ایک آواز فضا میں اُبھری۔
تم چھت پر کیا کر رہے ہو۔ فوراً نیچے اتر آؤ۔

وہ ہم گولی چلا دیں گے۔
فاروق کو اپنے جسم کا سارا خون جتا ہوا محسوس ہوا۔
وہ غرغر کانپنے لگا اور گرتا پڑتا نیچے اترنے لگا۔

بچہ نیچے کھڑی پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
کیا ہوا؟

انہوں نے مجھے پھت پر دیکھ لیا۔
"جی تو بہت بڑا ہوا۔ اب انہیں شک ہو جائے گا۔ نو
ہائے محمود ٹیلیفون کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"
نہیں۔

ابھی اتفاقاً ان کے من ہی میں تھے کہ دروازہ کھک
ا۔ پھر زور زور سے کھکھکایا جانے لگا۔
"آپ الیٰ مصیبت۔ وہ محمود کے متعلق پوچھیں گے۔
تو ہمارا کیا جواب ہو گا۔"

کہہ دیں گے ہاتھ دھو میں گیا ہے۔
دروازہ بدستور کھکھکایا جا رہا تھا۔ آخر انہوں نے
دروازہ کھول دیا۔

تم پھت پر کیا کرنے گئے تھے؟
"یہی چودہ گیا تھا۔ آپ لوگ جو ہمیں رات سے پریشان
کر رہے ہیں۔ فینڈ اڑ گئی ہے۔ ٹیلے کے پے پھت
پر چودہ گیا تھا۔"

جھوٹ کہتے ہو، اب میں یقین ہے کہ پکیٹ میں
کیں موجود ہے۔ اب تم اسے نہیں چھپا سکتے۔
پکیٹ یہاں نہیں ہے۔ لیکن اس پکیٹ کا کیا کرنا
ہے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتا تو کہیں کا نہیں دے
چکے ہوتے۔

وہ تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے۔ کیا نام ہے اس
کا۔ محمود، نقاب پوش نے فرماتے ہوئے کہا۔
وہ ہاتھ دم میں ہے ابھی آ جاتا ہے۔

تم چھت پر جا کر دیکھو، پکیٹ وہاں تو نہیں
ہے۔ نقاب پوش نے اپنے ایک ساتھی نے کہا۔
پکیٹ یہی کہیں موجود ہے اور میں اسے برآمد
کر دوں گا۔ اس کے بعد تم تینوں کی خیر نہیں۔ تم نے
میں ساری رات پریشان کیا ہے۔

پریشان تو تم نے ہمیں کیا ہے، ساری رات ہو
گئی ہے جاگتے ہوئے۔ بیگم ہشید نے گوا کرتے ہوئے
کہا۔

محمود اب تک نہیں آیا۔ نقاب پوش کے بچے

میں ٹھک تھا۔
- ابھی ابھی تو گیا ہے۔ آ جائے گا۔
- تو تم نہیں بتاؤ گے کہ پیکٹ کہاں ہے۔
- یہاں ہو تو بتائیں بھی۔ جب ہے ہی نہیں کہ
بتائیں کیا؟

تم نے مسٹر شاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ غارت
اپنا کپڑا پہننا۔ شاید اس کا ارادہ اسے باتوں میں
لگانے کا تھا۔

تمہیں میرے معصوم ہو جانے کا، یکن نہیں، میرے ایک تو
شاید تم میں سے بھی کوئی نہ ہے۔ اس لیے بتا ہی
دیتا ہوں۔ اس نے ہم سے غارت کی تھی اور ہمارے
ہاں غارت کی سزا موت ہے۔ مجھے:
- تو وہ غارت تھا۔

اے! وہ پیکٹ میرے پاس تھا، اس نے اڑایا
جیکب..... وہ یہ کہتے کہتے ڈک گیا۔
تم اس گروہ کے سربراہ ہو۔

اے! — اے! اس نے دور دے کر کہا اور سینہ

ہاں یا۔
 تم لوگ کرتے کیا ہو۔ فاروق نے سہی ہوئی نگاہوں
 سے نقاب پوش کی طرف دیکھا۔
 جواب میں نقاب پوش کا تہفہ سنا دیا۔
 تم نے بتایا نہیں وہ فاروق نے اپنا سوال دہرایا۔
 میں تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دے

اس پکٹ میں کیا ہے ؟
تیارے پہلے سوال میں اور دوسرے میں کوئی فرق

یعنی تم اس کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔
ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ارے! یہ محمود ابھی تک نہیں

آجائے گا۔۔۔۔۔ اے دراصل قبض کی شکایت ہے۔

۶۔ نے بغیر جھک کے کہہ دیا۔

اس وقت نقاب پوشی کا سامنی ہو چکا ہے

کیوں — ۶۵

نہیں ہاں۔ چھت پر کچھ بھی نہیں ہے۔
تم چھت پر کیا کرنے گئے تھے؟ نقاب پوش نے
فاروق سے پوچھا۔

میں بتا چکا ہوں۔
میں کچھ سننا چاہتا ہوں۔
صوفت میں نے بھی نہیں بتایا۔
دیکھو۔ میں بڑی طرح پیش آؤں گا۔ نقاب پوش نے
اس کا شاز بھنڈوڑتے ہوئے کہا۔
رات سے تم ابھی طرح پیش آ رہے ہو تا کہ اب
بڑی طرح پیش آؤ گے۔

اں میں رات بھر تمہارے ساتھ زلی کا سلوک کرتا
رہا ہوں مگر اب نہیں کروں گا۔

بیگم جمید خاموش کھڑی اُن کی باتیں سن رہی تھیں۔
نقابا وہ فاروق کا مقصد کچھ گئی تھیں۔ نقاب پوش
کے سامنے بھی خاموش کھڑے تھے۔
معلوم کیا نہیں۔ بچے تو کچھ لاپرواہ معلوم ہوتے ہیں۔

تم جا کر دیکھو: نقاب پوش نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

”پلو۔۔۔ پل کو دکھاؤ: ہاتھ روم کہاں ہے؟“
نقاب پوش نے فاروق کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”پلو! فاروق نے لاپرواہی سے کہا اور اس کے ساتھ پل پڑا۔

نقاب پوش کے ساتھی نے پہلے تو محمود کو آواز دی مگر جب اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تو جھپکتا ہوا اندر گھس گیا۔

”ارے! یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے: اس کے منہ سے نکلا۔

”کیا کہا؟“ کیا محمود یہاں نہیں ہے؟“
”نہیں۔“

”درا دھیان سے دیکھو یا: فاروق دل میں ہنسا۔

”خداغ تو نہیں چل گیا تمہارا۔ وہ بھی کوئی سولی ہے کہ دھیان سے دیکھوں۔“

”کیا یشرن میں کوئی مکھی موجود ہے؟“ فاروق نے

اپناک پوچھا۔ دراصل وہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔
”بھئی۔۔۔ کیا مطلب؟“ اس کے بچے میں حیرت

تھی۔
”میرا مطلب ہے کہ کہیں وہ جادو کے ندر سے بھئی تو نہیں بن گیا؟“

”بجو اس نہ کرو۔ نقاب پوش کا ساتھی غصے میں نکلتا ہوا باہر نکل آیا اور اسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔

”پلو۔۔۔ اب دیکھیں گے تم میں کتنا دم خم ہے:“

فاروق دھکے کی وجہ سے اس کے کئی قدم آگے

پل آیا۔ دونوں پھر وہیں پہنچے جہاں بیگم جمشید نقاب

پوش اور اس کے باقی دونوں ساتھی کھڑے تھے۔

”کہاں ہے وہ؟“ نقاب پوش نے دونوں کو دیکھ

کر کہا۔

”وہ یشرن میں نہیں ہے؟“

”تو یہ جھوٹ بول رہے تھے۔۔۔ ہوں۔۔۔ تم تینوں

سارے مکان میں محمود کو تلاش کرو۔ وہ گھر سے باہر

نہیں مل سکتا، کیونکہ ہم نے اپنی لکھی دکان سے
کو ایک لے کے لیے ہیں لکروں سے اور جیل نہیں
ہونے دیا۔

پندرہ منٹ کے اندر اندر نقاب پوش کے ساتھی مر
دھاکے دیاں آ گئے۔

بیکوں، کچھ دیکھا نہیں تھا۔

محمود کہیں نہیں ہے۔

کہیں نہیں ہے۔ — کچھ ہر سکتا ہے۔ وہ لکرو
سے باہر کچھ جا سکتا ہے، نقاب پوش کے لیے
میں بلا کی حیرت تھی۔

خدا جانے، ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

تم نے تھوڑی تو ابھی دھڑکی ہے، نقاب پوش
نے اس کی بات پر دھیان دیے بغیر کہا۔

ہاں لکرو۔ ہم نے کوئی کونا نہیں چھوڑا۔

تم تینوں یہیں ٹھہرو۔ میں اپنا اطمینان کروں۔ پھر
ان دھڑوں کی زندگیوں کا فیصلہ کر دیں گے، اس نے
خسے سے ان کی طرف دیکھا اور مڑ گیا۔

دھڑوں دل ہی دل میں ہنس رہے تھے۔ چاند منٹ دور
لٹا ہے جو رہے تھے اور ان ٹانگوں اور ہاتھوں
لپٹے تھے۔

محمود دیر بعد وہ واپس آیا تو غصے سے ٹپکیاں
چپے رہا تھا۔ تم میں سے ایک بیرونی صفائے

پہنچے اور ان دھڑوں کو کمرے میں لے چلا
اور محمود آئے تو اسے فوراً میرے پاس پکڑ کر لے
آیا، کوئی اور اندر داخل ہونے کی کوشش کرے

تراسے بغیر کسی جھبک کے گولی مار دینا۔

نقاب پوش کا ساتھی انہیں بالندوں کی طرح اکٹھا
ہوا کمرے میں لے گیا۔

شیر خاں، ذرا اپنا انگلیاں کھینچ کر ٹھیکہ تو نکھو
ابھی پتا چل جاتا ہے کہ یہ لوگ کتنے سخت

جان ہیں اور کتنی دیر تک نہیں بتاتے۔ اس
نے اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

شیر خاں نے جیب میں سے ایک بمب وغیرہ
اُڑھ لیا، اس میں پانچ انگلیوں کے خول کے بنے

ہوئے تھے۔
مشر فائق نے اپنے باپ کی پانچوں انگلیوں
اس میں داخل کر دیا۔ نقاب پوش نے اس کے اپنے
اتاق میں پکڑتے ہوئے کہا۔

نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ فائق غولہ جی میں
بیٹا۔ بیگم جیڈہ تم قر کابری تھیں اس میں کو
نک فانی سے۔

شیر خاں: چار نکاح۔ نقاب پوش غلام۔
شیر خاں نے جیب سے چار نکاح۔ چار نکاح کی
لوڑ بٹ سے اس کے جسم کے دو گئے لکڑے ہو گئے
مٹی سوک گئے، مٹی میں تم قر کابری تھیں

چار کی نوک فائق کی گردن پر رکھ دو۔ اگر یہ
انگلیاں ٹککتے ہیں نہ ڈالے تو نوک کو تھوڑا سا
دبا دینا۔ اگر پھر بھی نہ ڈالے تو تھوڑا دھکا دینا۔
دینا۔ نقاب پوش نے تھکانے انداز میں کہا۔

شیر خاں نے چار فاروق کی گردن پر رکھ دیا۔
فاروق کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ بیگم جیڈہ

ہوئے تھے۔
مشر فائق نے اپنے باپ کی پانچوں انگلیوں
اس میں داخل کر دیا۔ نقاب پوش نے اس کے اپنے
اتاق میں پکڑتے ہوئے کہا۔

نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ فائق غولہ جی میں
بیٹا۔ بیگم جیڈہ تم قر کابری تھیں اس میں کو
نک فانی سے۔

شیر خاں: چار نکاح۔ نقاب پوش غلام۔
شیر خاں نے جیب سے چار نکاح۔ چار نکاح کی
لوڑ بٹ سے اس کے جسم کے دو گئے لکڑے ہو گئے
مٹی سوک گئے، مٹی میں تم قر کابری تھیں

چار کی نوک فائق کی گردن پر رکھ دو۔ اگر یہ
انگلیاں ٹککتے ہیں نہ ڈالے تو نوک کو تھوڑا سا
دبا دینا۔ اگر پھر بھی نہ ڈالے تو تھوڑا دھکا دینا۔
دینا۔ نقاب پوش نے تھکانے انداز میں کہا۔
شیر خاں نے چار فاروق کی گردن پر رکھ دیا۔
فاروق کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ بیگم جیڈہ

تھیں۔
 منجھنے پر دانا بڑھتا گیا۔ فاروق کے منہ سے نہیں
 نکلتی رہیں مگر اس نے انہیں کچھ نہ بتایا۔ انہیں
 نقاب پوش نے فکھڑ اس کی انگلیوں سے نکال
 دیا۔

اب تم اس میں انگلیاں ڈالو۔ اس نے بیگم جمید
 سے کہا۔

نہیں۔ نہیں۔ یہ علم نہ کرو۔ اسے میری ہی
 انگلیوں میں رہنے دو۔ فاروق گڑگڑایا۔

خاموش رہو۔ چل تم نے سنا نہیں۔

بیگم جمید نے خاموشی سے انگلیاں منجھنے میں ڈال
 دیں۔

فاروق تم اس تکلیف سے آشنا ہو۔ اب میں تمہیں
 تمہاری امی کو پہنچاتی جائے گی۔ ان کی انگلیوں کو۔
 تم یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمہاری انگلیوں پر پڑا ٹکڑہ
 کس دیا تھا۔ میں نے تو تمہیں نمونہ دکھایا تھا۔ اہل
 قوت تو اب صحت ہو گی۔ تم اپنی تکلیف تو برداشت

کر سکتے ہو لیکن کیا اپنی امی کی تکلیف بھی برداشت کر
 سکتے ہو۔

فاروق خاموش رہا۔ نقاب پوش نے منجھنے کا
 شروع کیا۔ بیگم جمید کے منہ سے سسکیاں نکلتی
 گئیں۔ فاروق جے چین ہو گیا۔ وہ اپنی امی کو ذرا بھی
 تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اس وقت مسئلہ ان
 سب کی زندگی کا تھا۔ وہ خاموش رہا۔ منجھنے پر دانا
 بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ امی کے منہ سے جھنجھکیاں نکلتی
 گئیں۔ فاروق کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ چلا
 اٹھا۔

بٹھرو، بند کرو یہ نظم۔ میں تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں۔

فاروق اب بیگم جمید پہنچا میں۔ خبردار جو تم نے

منہ سے ایک لفظ بھی نکالا۔

مگر امی۔ میں یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ آپ
 کی جھنجھکیاں سن سکتا۔

تو اپنی آنکھیں بند کر لو۔ اپنے کانوں میں انگلیاں
 ٹھونس دو۔ بیگم جمید نے انہیں پتے ہوئے کہا۔

تو یہ لو: نقاب پوش نے شکنجے پر اور دیوار دیوار
اور ان کے منہ سے ایک دل خراش چیخ نکلی۔
میں کرو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں: فاروق سے برداشت
نہ ہو سکا۔

نہیں۔ تم کچھ نہیں بتاؤ گے: بیگم ہمیشہ چلائیں
میں کہتا ہوں شکنجہ کھول دو۔ میں تمہیں سب بتا
دوں گا۔

نہیں اسی حالت میں بتاؤ:

یہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے شکنجہ کھولو:

پلو خیر یونی سہی۔

نقاب پوش شکنجہ کھولنے لگا۔

پکیٹ کا راز

فونٹ کے ہوئے تقریباً دس پندرہ منٹ گزر
چکے تھے مگر ابھی تک کوئی نہ آیا تھا۔ محمود کا ایک
ایک منٹ انتہائی بے چینی سے گزر رہا تھا۔ اس
نے بہت کر کے باہر کی طرف جھانک کر دیکھا تو
اسے نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں میں سے
کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔ وہ
خیرازی صاحب کی کوٹھی سے باہر نکل آیا۔

پھر بھی اسے کوئی نظر نہ آیا۔ اب تو اس کی حیرت
کے انتہا نہ رہی۔ وہ دیوار سے لگا لگا اپنے

دروازے کی طرف بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ دروازے تک پہنچ گیا۔

اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ تھوڑا سا دباؤ ڈالا اس طرح کہ کوئی آواز پیدا نہ ہو سکی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

نقاب پوش کے ساتھی باہر بیٹھ تھے۔ اس کے وہ بھی مطلب لگائے جا سکتے تھے یا تو وہ لوگ پہلے گئے ہیں یا پھر اندر موجود ہیں۔ دوسری صورت اس کے لیے حد درجہ تشویش ناک تھی مگر وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔

وہ پھر دیوار کے ساتھ چلتا ہوا شیرازی صاحب کے دروازے تک پہنچ گیا۔ یکایک اندر کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں اور اس کا دل بیتوں اُٹھنے لگا۔ پھر اس گاڑی کی بقیات بچ گئیں۔ چند سیکنڈ بعد ہی ایک سایہ دیکھتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پچیس انچکڑ تھا۔

کیا تم محمود ہو؟

جی ہاں؟

کیا بات ہے؟ انچکڑ نے دیوار گھومتے ہوئے کہا۔

آپ اپنے آدمیوں سمیت میرے پیچھے آئیے؟ کچھ بتاؤ بھی تو؟

ابھی کچھ نہ پوچھیں۔ یہ تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ لوگ ہمارے گھر کے اندر ہیں اور خدا معلوم اندر کیا حال ہو۔ اندازاً سب سے پہلے اندر والوں کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ بات تو بعد میں بھی معلوم ہو جائے گی۔

ال رائٹ؟ اس نے اپنے آدمیوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی محمود کے پیچھے چلنے لگا۔

دروازہ اندر سے بند ہے۔ میں دروازے پر دستک دے کر اپنا نام بتاؤں گا تاکہ وہ لوگ اندر ہی ہوشیار نہ ہو جائیں۔ محمود نے سرکوشی کی۔

محمود دروازے پر پہنچ گیا اور آہستہ سے دستک

دی۔

کون ہے؟ اندر سے پوچھا گیا۔ آواز سن کر محمود
وہ دل دھڑکنے لگا۔
میں ہوں محمود۔ دروازہ کھولا۔
تم کہاں پلے گئے تھے۔ چلو ادھر۔ نقاب پوش
کے ساتھی نے دروازہ کھولتے ہی اسے بازو سے
پکڑ لیا اور اندر گھسٹ لے گیا۔ جلدی میں اس نے
دروازہ بھی بند نہ کیا تھا۔
گھر سے کے اندر نقاب پوش فاروق سے کہہ رہا

تھا۔

اب بتاؤ۔

نہیں بتاؤ۔ فاروق پھر اڑ گیا۔
اچھا۔ بات ہے تو میں دوبارہ شکنجہ کے دیتا ہوں۔
کس دور؟ فاروق نے فہم دانی سے کہا۔
شاہش۔ بیگم جمشید کے من سے نکلا۔
ابھی تہدی شاہش دھری رہ جاتے گی۔ نقاب پوش
بہ چڑ گیا۔
وہ شکنجہ لے کر پھر بیگم جمشید کی طرف بڑھا۔ اسی

وقت دروازہ کھلا۔ اس کا ساتھی محمود کو یہ انداز
داخل ہوا۔
بہت خوب۔ کہاں تھا یہ؟
خدا جانے ہاں۔ اس نے دروازے پر دستک
دی تھی۔
اس کے ساتھ کوئی اور تو نہیں تھا۔
نہیں ہاں یہ تنہا ہی تھا؟
کہاں گئے تھے؟ نقاب پوش نے گرجتے ہوئے
کہا۔

میں ذرا گھومنے گیا تھا۔

جو اس نہ کرو مگر تم گھر سے نکلے کیسے؟ نقاب
پوش ابھی تک حیران تھا۔
ہوا میں تھیل ہو کر۔
دیکھا۔ میں نے کہا تھا نا کہ ہوا میں تھیل ہو
کر گیا ہو گا۔ فاروق بول اٹھا۔
بڑی زبان چل رہی ہے۔ اس نے غرا کر کہا۔
ابھی طلاق کر لیتا ہوں؟

میرا کیا اپنا۔ فاروق بولا۔ وہ محمود کو دیکھ کر شیر ہو گیا تھا۔

خاموش رہو۔ اور صرف یہ بتاؤ کہ پکٹ کہاں ہے؟

میں ہے مگر اب تمہارے فرشتے بھی اسے نہیں پا سکتے۔

فرشتوں کی بات پھوڑو۔ اسے تو ہم خود ہی پائیں گے۔

تو پھر پاؤ۔

لو اس میں انگلیاں ڈالو۔ اس نے مسکندہ محمود کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

یہ کیا ہے؟

دہان کھلانے کا آلہ۔

اچھا۔ محمود نے مسکندہ اٹالے کے انداز میں کہا۔

نقاب پوش نے مسکندہ اس کی طرف بڑھانا شروع ہی کیا تھا کہ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ انپکٹر پولیس کے ہاتھ میں دیوار تھا۔

غیردار۔ کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

وہ ہلکے اٹھے۔ فاروق اور حکیم جیسے کے جیسے وحشی سے کھل گئے۔

ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ انپکٹر نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

بہت اچھا بہاب۔ نقاب پوش نے کہا اور اس کے ہاتھ لگا، لیکن انپکٹر نے دیکھ سکا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز موجود ہے۔ اسے تو اس وقت ہوش آیا جب ہاتھ اس کے ہاتھ میں دھوست ہو گیا تھا اور دیوار پھوٹ کر زمین پر گر گیا تھا۔

نقاب پوش کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر دیوار پر پھینکا مارا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

اب تم ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔

انپکٹر کے ہاتھ سے چاقو نکال کر اپنے گھٹنے میں

کر لو۔ نقاب پوش نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

اب پھر حالات میرے کنٹرول میں ہیں اور میں اپنا

سوال دہراتا ہوں۔ تم پکٹ کا پتا فوراً بتا دو۔ ورنہ میں سب کو گولی مار دوں گا۔

ہر کسی کو ساپ سونگھ گی تھا۔ فاروق اور بیگم۔ عذیر
کے پھرے ایک بار پھر ٹرہا گئے۔
تم نہیں بتاؤ گے۔ تو یہ وہ نقاب پوش
نے یہ کہہ کر ریوادر کی بلی دبانے کی کوشش کی۔
لیکن مین اس وقت ایک فائر ہوا اور اس کے ہاتھ
سے ریوادر اٹھ کر زمین پر گر پڑا۔ انپکٹر نے ریوادر
پر چھانک لگائی اور اسے اٹھا لیا۔

غیر وار۔ اگر کسی کے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی
کوشش کی، میں گولی مارنے سے دریغ نہیں کروں گا۔
دروازے کے باہر سے گڑبڑاؤ آواز آئی۔

وہ سب ساکت کھڑے رہ گئے۔

انپکٹر صاحب اپنے آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ نقاب
پوش اور اس کے ساتھیوں کے ہتھیار اپنے قبضے
میں کر لیں۔ آواز پھر آئی اور پولیس انپکٹر کے آدمیوں
نے انپکٹر کا حکم ملنے کا انتظار بھی نہ کیا، فوراً
یہ چار کانسٹیبل آگے بڑھے اور چاروں کی
پیشوں سے پستول اور ہاتھ نکال لیے۔ انپکٹر

پولیس اپنے زخمی ہاتھ پر دھال باندھنے لگا۔
بہت خراب آواز پھر آئی۔ اب میرے
اندر آنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ موت حال
پوری طرح ہمارے قابو میں ہے۔ ان الفاظ کے
خاتمے پر ایک لمبا سونگھناؤ ہوا اور واصل ہوا
انکل اکرام نے محمود مسرت سے لہجے میں
بولی۔

ہاں جیسی میں واصل پولیس پارٹی سے پہلے
یہ پہنچ گیا تھا مگر میں نے سوچا کہ پہلے
وہ آ جائیں۔ پھر حالات کے مطابق داخل ہوں
گا۔ اب بتاؤ قصہ کیا ہے؟

مختصر بہت طویل ہے۔ الطینان سے

پہلے گا۔ کیوں نہ ہم پہلے ان چاروں
کو باندھ لیں۔ محمود نے تجویز پیش کی
یہ بھی ٹھیک ہے۔

کانسٹیبلوں نے نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں
کے ہاتھ پشت پر باندھنے شروع کر دیے۔

انہوں کے بعد ان کے چہرے کی باری آئی اور
اب وہ چاروں بے بسی کی حالت میں زمین پر
پڑے تھے۔ نقاب پوش کا چہرہ نقاب کے پیچھے
تھا۔ پھر بھی یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ اس
وقت مزدور خفے کے مارے پاگل ہو رہا ہو
گا۔

اں تو محمود اب بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ انپکٹر
آپ بھی بیٹھ جائیں اور کانٹیشنوں سے بھی کہیں
بیٹھ جائیں۔

وہ سب لوگ بیٹھ گئے اور محمود نے اپنی
کمانی شام کے وقت سے شروع کی جب انہوں
نے ٹیلیفون پر قتل کا حکم دیتے ہوئے سنا
تھا۔

کیا تم ٹیلیفون کرنے والے کو پہچانتے ہو؟ انپکٹر
اکرام نے پوچھا۔

جی نہیں، کیونکہ اس نے اپنا چہرہ ہیٹ کے ذریعے
کافی حد تک چھپایا ہوا تھا۔ البتہ میں یہ ضرور کہہ سکتا

ہوں کہ اس کی وضع قطع بالکل اس معاملہ کی طرح
تھی۔ محمود نے نقاب پوش کی طرح اشارہ کیا۔
اور میرا خیال ہے کہ وہ یہی تھا۔ مگر اس نے
میں اپنا ٹمک ظاہر کر دیا۔

بہت خوب، خیر اپنی کمانی جاری رکھو: اکرام نے
سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

محمود پھر کمانی سنانے لگا۔ پیکٹ دھن کرنے کا
دور آیا۔ ساتھ ہی فرزانہ کا بھی۔

اب فرزانہ کمان ہے؟ انپکٹر اکرام نے ادھر ادھر
دیکھتے ہوئے کہا۔

خدا جانے کمان ہے۔ جہاں وہ ہے، پیکٹ بھی
وہیں ہو گا اور جہاں تک میرا خیال ہے، وہ پائیں
بانگ کے کسی درخت میں بیٹھی ہو گی۔

اؤہ خدا کے بنسے۔ تم اطمینان سے بیٹھے کمان
سنا رہے ہو۔ چلو پہلے چل کر اس کی خبر لیٹی چلیے
نہ جانے وہ کس حال میں ہو گی۔

اں۔ بہتر یہی ہے کہ پہلے فرزانہ کو اصرار میں۔

یہ بیٹہ نے کہا۔

ہی ان۔ کیوں نہیں:

پیسے پتے پائیں باغ میں پہل کر دیکھتے ہیں۔
محمود بولا۔

انپکڑ صاحب آپ اپنے کانشیلوں سمیت یہیں رہیں۔ ان
میں سے کوئی حرکت نہ کرنے پائے:
آپ مطمئن رہیں۔

محمود، فاروق، ان کی اہلی، اور اکرام پائیں باغ میں
اسے۔ محمود اور فاروق کے اقدوں میں ٹارچیں تھیں
باغ میں پہنچ کر محمود نے آواز لگائی۔
فرزانہ! تم کہاں ہو، آ جاؤ اب کوئی خطرہ نہیں
۱۶: محمود نے پکارتے ہوئے کہا۔

دفعہ ایک درخت کی شاخیں ہیں۔

میں یہاں ہوں، کیا سب معاف درست ہے:

فرزانہ کی آواز سننے ہی سب کے چہرے مسرت
سے کھل اٹھے۔

ان۔ بالکل۔ تم نیچے اتر آؤ: سب انپکڑ اکرام نے

بھڑکتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد فرزانہ درخت کے اتر رہی تھی۔
اس طرح کہ پیکٹ اس کے منہ میں دبا ہوا تھا۔
شاہاش فرزانہ! تم نے بہت عقل مندی سے
کام لیا۔ اگر تم ایسا نہ کرتیں تو یہ پیکٹ ضرور
پرمعاشوں کے ہاتھ لگ جاتا مگر تمہیں یہ خیال
آیا کیسے؟۔ انکل اکرام نے اسے ٹھائل دیتے
ہوئے کہا۔

بھڑکیہ انکل! بات یہ ہے کہ جب محمود

اور فاروق پیکٹ گڑھے میں دبا رہے تھے تو

میں اسی وقت یہ سرچنے لگی تھی کہ اگر پیکٹ

کی تلاش میں کچھ لوگ ادھر آ گئے تو کیا ہو گا

کیا وہ سختی کر کے پیکٹ کا پتا لگائے ہیں

کامیاب نہیں ہو جائیں گے۔ اور میں سوچتے سوچتے

وقت آ گیا۔ اہی دروازہ کھولنے لگیں تو میں

سے چپکی ہوئی تھی۔ چاروں پرمعاشوں آتے تھے

اہی کو محمود اور فاروق کے کمرے کی طرف

گئے۔ اور میں دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں میں نے
پکیٹ گڑھے سے نکالا اور درخت پر پڑا دیا۔
اس درخت پر میں پہلے بھی کئی مرتبہ پڑا۔ پکیٹ
میں اس کی شاخوں میں چھپنے کے لیے بہت
اچھی جگہ ہے اگر مجھے پکڑے ہرگز نہ ہوتے
تو بھی وہ دگ بگے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جب وہ دگ بگے تاجروں سے پائیں اٹا میں
تلاشی کے لیے رہے تھے تو تم کہاں تھیں۔
خاروق نے کہا۔

میں اس درخت پر تھی۔ کیا وہ دگ بگے
تلاش کر رہے تھے۔

نہیں۔ ہم نے انہیں تمہارے مشفق تو
بتایا ہی نہیں تھا۔ اگر بتا دیتے تو پھر شاید
وہ تمہیں تلاش کر ہی لیتے۔ وہ تو یہاں پکیٹ
تلاش کرتے رہے تھے۔

یعنی بہت خوب۔ تم نے یہ بھی بہت
فصل بندی کا کام کیا کہ فرزانہ کا نام تک ان

دلوں کے سامنے نہیں آیا۔

اچھا اب پھر۔ فرزانہ میں تو دیکھی کہ
دگ میں کون۔ اور اس پکیٹ میں کیا ہے
پھر وہ اسی گھر سے میں آئے۔ ہر کوئی اچھا
بد پر سوچ رہا تھا۔ اکرام نے پکیٹ اس پانچ
کے سامنے ڈالا۔

یہ ہے وہ پکیٹ میں کی تمہیں معلوم تھی
میں نے ماسٹروں نے تمہیں شکست دیکھی تھی
ہے۔ اتنی بڑی شکست شاید تم نے زندگی میں

کبھی نہ کھائی ہو اور اس پکیٹ نے تو کھلا ہی
کر دیا۔ میں یوں گھبراہٹ میں سب

سے بڑا کارنامہ اسی نے انجام دیا ہے۔ اب

فران میں یہ دیکھو کہ اس پکیٹ میں کیا ہے

میں کے بغیر تمہاری جان پر بن گئی تھی

یہ کہہ کر انکل اکرام نے پکیٹ کھول ڈالا۔

اس میں کچھ کانڈات تھے۔ کانڈات کے سوا کچھ نہیں

تھا۔ وہ کانڈات کو پڑھنے لگا۔ جوں جوں وہ پڑھتا

کیا اس کی آنکھیں جھپٹے اور نون سے چھپتی ہیں۔
یہاں تک کہ اس کے تمام کاغذات بدلے۔
اب اس کی بیٹالی پر پہننے کی باتیں چکے گئیں (سداگر
کالی ہارے کے دن تھے۔

ان کا خلاہ دم ہی ہو گیا تھا اس تک بد
اس قوم پر وہ بڑا ہے۔

انکل اور ان کاغذات میں کیا کیا ہے۔
نے بلے پینی سے پچھا۔

یہ تمہارے جاننے کی باتیں نہیں ہیں اور نہ میں
تھیں بتا ہی سکتا ہوں، کیونکہ قانونا مجھے اس کی
اجازت نہیں۔ مرن اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ
کاغذات ان کے ہاتھ لگ جاتے تو ملک کو بہت
نقصان پہنچتا۔ ملک کے بعض ایسے قیمتی راز دشمن
کے ہاتھ لگ جاتے کہ ہم کہیں کے نہ رہ جاتے۔
تم تینوں نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جو میں
بیان نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر الیکٹرک کرام نے اپنے
ایک مات کو حکم دیا۔

اس کا نقاب اتار دو۔ یہ کسی کو آست آنکھ لگا
اور نقاب پاش کا نقاب کھینچے گا۔ دوسرے ہی کے
مرد، فاروق، فریاد اور دیگر آئندہ کے سزا سے قریبی
نکل گئیں۔ ان کے سامنے شجاری صاحب کھڑے
تھے۔ ان کے ہڈوں، ہن کے گھر وہ اکثر لون کولہ
کے بے جاتے رہتے تھے اور ہن کی بیگم ان سے
بہت ہلا اور محبت سے مٹی آتی تھیں۔ وہ سر پہ
بھی نہیں کھتے تھے کہ نقاب کے نیچے ان کے
شہر کا چہرہ بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا وہ پتھر کے
بتوں کی طرح کھڑے تھے کہ دروازے کی گھنٹی کی
وہ اٹھل پڑے۔

بیگم شیرازی

اُچھلے وہ اس بے تحے کو گھنٹی بہانے کا انداز
الیکٹر جیشد کا تھا۔ وہ دروازے کی طرف دوڑے
اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ انہوں نے
دیکھا، ان کے والد دروازے میں کھڑے مکرا رہے
تھے۔ ان کے چہرے پر ایک تھکی تھکی مسکراہٹ
تھی، وہ کافی تھکے ماندے سے لگ رہے تھے۔
اتنے میں بیگم جیشد بھی آ گئیں۔

مگر بھئی — تم سب ٹھیک ٹھاک تو ہو۔

اُن ابا جان — آپ کہاں تھے — ہم آپ

کے بے کس قدر پریشان تھے: محمود نے کہا۔

میں سمجھوں گے پیچھے بہت دور نکل گیا تھا۔
وہ بولے۔

لیکن ابا جان! نیر وائٹ ہوٹل کے کمرے میں جو لاش

پہیں کوئی، وہ کس کی تھی؟ فاروق نے پوچھا۔

ایک سمگلر کی — وہ بچے قتل کرنے آیا

تھا، لیکن پھر خود میرے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس

کے قبضے سے بچے کو کچھ کام کی چیزیں مل گئیں۔

میں ان چیزوں کی وجہ سے سمگلروں کا کامیاب

تجربہ کر سکا — خدا کے فضل سے میں ایک

بہت بڑے گروہ کو گرفتار کرانے میں ہو گیا ہوں

اب اس کے فوراً بعد گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا،

مدی رات کے سفر کے بعد ایک دم صبح سویرے

مندرے پاس پہنچ گیا — ارے مگر تم دروازے پر

میں کیوں کھڑے ہو گئے — اندر کیوں نہیں پہنچتے؟

بات مواصل یہ ہے ابا جان کہ ہم نے بھی ادھر

ایک عدد کانامہ انجام دیا ہے۔

کی مطلب — وہ چمکے۔

اندھے پلے — ابھی بتاتے ہیں: فرزانہ نے

پہلے لہجے میں کہا۔

ابھی انہوں نے اندر جانے کے لیے

قم اٹھائے ہی تھے کہ اپنے بائیں طرف انہوں

نے بیگم شیرازی کی آواز سنی۔

اسے — تو سہاگ صاحب ہیں — خدا کا

فکر ہے، آپ آگے سہاگ اور بچے کتنے پریشان

تھے اور پھر رات بھر تو یہ اور بھی مصیبت میں

بتکا رہے ہیں، کیوں غمور — کیا مجرم گرفتار ہو

چکا ہے؟

جی ہاں — خود کے من سے نکلا اور پھر اس

کا دل بیٹھنے لگا — اب وہ انہیں کس طرح بتا

دیتا کہ مجرم خود ان کا شوہر ہے۔

پھر — میں بھی اندر چل کر اسے دیکھوں گی

نے رات بھر تم لوگوں کا ہاک میں دم بچے رکھا۔

ابوہر، یہ میں کیا سن رہی ہوں: انپکٹر جیٹ

بولے۔

انٹی آپ آرام کریں — مجرم کو دیکھ کر کیا کریں

گی۔ فرزانہ نے یہ سوچا کر کہا کہ ان کے اندر جانے

کی صورت میں وہ ان سے کس طرح نظریں ملائیں گے

— انہوں نے تو ان سے ان کا شوہر چھین لیا

تھا اور وہ بھی ان کی مدد سے —

کیوں سہی — تم مجھے اندر کیوں نہیں لے جاؤ

جاتے — میں مجرم کو دیکھ کر ڈر تو نہیں جاؤں گی

یہ بات نہیں آئی۔

آئیے سہاگ — آئیے: انپکٹر جیٹ بولے —

اب انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ کس لیے بیگم شیرازی

کو اندر لے جانے سے ہچکچا رہے ہیں۔

آخر وہ سب اندر داخل ہوئے، غمور، عاروق اور فرزانہ

بھی اب اس سے زیادہ کہہ نہیں کر سکتے تھے۔ اندر

پہنچتے ہی — بیگم شیرازی کی نظر اپنے شوہر پر

پڑی۔ ان کی حیرت کا کوئی شکاں نہ رہا۔

سرتاج — آپ یہاں — یہاں آپ کا کیا

[illegible]

دراغی سے انکلی میں اے ایک بات پر
چاہتا ہوں :

میں نے اکرام نے پڑھا۔

مزدور پانچویں اکرام نے کہا، محمود شیرازی کی عزت سزا

۱۰۔ آپ کو معلوم تھا کہ اسی گھر میں ہمارے ساتھ تھے

یہی سستی ہے۔ پھر آپ نے اس کے مشق کیوں نہیں
پڑھایا؟

یہی خود کہے پوچھ سکتا تھا۔ البتہ ہم اسی کو کھائے

کرتے پھر رہے تھے اور اسی لیے بار بار آ رہے

تھر، پانیں باغ میں بھی ہم نے اسے شکر کیا تھا۔

شیرازی کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ اب ر
بیگم شیرازی اور بھی حیران ہوئیں۔ اور انپکٹر جمیل
بھی کہ کم حیران نہیں تھے۔ انہوں نے اکرام سے

وہ سب کیا ہے اکرام :

اب اکرام کو شروع سے آخر تک سدی کمان سنا

پڑی۔۔۔ کہان کے آخر میں جب اس نے یہ بتایا کہ صاحب

۱۲۰ کے بعد نقاب پش شیرازی صاحب ثابت ہوئے

و بیع شیرازی نے ایک دلدوز دینا ماری اور ان

کے لئے ہے۔

نہیں

پھر ان کی سبکیاں حوغ اٹھیں — رب — پُپ

ہاں نہیں دیکھتے رہے، شیرازی بھی کچھ نہ بولے

ہیم شیرازی نے کہا۔

ہاں یہ سمجھ رہے ہیں تو انہوں نے ملک اور قوم کو

نقصان پہنچایا ہے۔ اور ملک اور قوم کو نقصان

آئینہ ناول سے کی ایک جھلک

اشتیاق احمد کی زندگی کا دوسرا ناول

متفرق سلسلہ ۲۲

ان کے کارنامے

— مصنف : اشتیاق احمد —

یہ کتاب فیروز سنز سے شائع ہوئی تھی۔

پہلے ناول پکیٹ کا راز کی طرح اب یہ مکتبہ اشتیاق سے

شائع ہو رہی ہے۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے چوکناٹے۔

ہر کارنامے پر آپ انہیں داد دے انہیں گے۔

ابتدائی دور کی کتاب۔ دیکھیے تو اس زمانے میں محمود، فاروق

فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کیسے تھے۔ کس طرح کام کرتے تھے۔

آپ کے بے ایک دلچسپ کتاب۔

قیمت : ۱۰ روپے

مرغوں کی شاخوں پر بھی ہائیں ماری تھیں، لیکن یہ نہیں
کیں نظر نہ آئی۔ فرزانہ کی وجہ سے ہی تو ہم یہاں سے
گئے نہیں تھے، ورنہ پہلے تھکس کے بجائے ہی یہاں سے
پتے جاتے، انہوں نے بتایا۔

ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اب آپ انہیں سے جا
کچے ہیں، اٹکل۔

اکرام کے ماتت جب شیرازی کو لے گئے تو وہ ان
کے ساتھ شاہ کے گھر پہنچا، وہاں انہیں شاہ کی ہائیں
ہی ملی، اکرام نے فن کے ذریعے پولیس کو اطلاع دی
اور واپس پہل پڑے۔

دوسرے دن کے اخبارات نے محمود، فاروق، فرزانہ اور
بیگم جمشید کی تصاویر شائع کیں اور ان کے ماتت بھر کے
کارنامے کی پوری تفصیل بڑی بڑی سرخیوں سے شائع کی۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیر نریسہ ۵۹

دروازہ کھلا ہے

مصنف : اشتیاق احمد

- ایک ہوٹل میں خان رحمان کا ٹھوہ اڑا لیا گیا۔
- شہر پر ایک بدمعاش کی حکومت تھی۔
- پولیس بھی اس کے خلاف کچھ کرتی نظر نہیں آتی تھی۔
- خان رحمان نے مجبوراً انسپکٹر جمشید کو فون کر ڈالا۔
- لیکن انہوں نے اس دروازہ قیصر میں محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھیج دیا۔
- ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آتے۔
- قدم قدم پر ہیروئن کا سامنا۔

قیمت : ۵/۵۰

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیر نریسہ ۵۸

نیلا عذاب

مصنف : اشتیاق احمد

- نیلے لباس والے کی جیب میں ایک نیلا لفافہ تھا لیکن اچانک وہ لفافہ جیب سے اڑا لیا گیا۔
- لفافہ اڑانے والے کو محمود نے صاف دکھا تھا۔
- محمود نے فاروق کے ذمے ایک عجیب کام رکھا۔
- ہوٹل کی دوسری منزل سے فرزانہ نے ایک ہونک منظر دیکھا اور کانپ اٹھی۔
- ایک پراسرار شرک جس پر گڑیاں دھنس جاتی تھیں۔
- نیلے لفافے کا راز کیا تھا؟
- واقعات طوفان کی سی تیزی اختیار کر لیتے ہیں۔
- ایک عجوبہ ناول ہے۔

قیمت : ۵/۵۰

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیر نہیں

گڑیا کا چکر

مصنف : اشتیاق احمد

خان بہادر کریم یار کی کوٹھی میں ایک پارٹی منائی جا رہی تھی۔

ان کے عجیب غلطی میں ایک گڑیا موجود تھی۔

خان بہادر کامران مرزا آفتاب اور آصف کو گڑیا کے بارے میں

حیرت انگیز ترین باتیں بتاتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد گڑیا غائب تھی۔

اور پھر انوار قیصل بھی غائب ہو گیا۔

آخر اس کوٹھی میں ہو کیا رہا تھا؟

آفتاب، آصف اور فرحت تفتیش کے نئے راستے پر۔

انسپکٹر کامران مرزا آخر میں عجیب انکشاف کرتے ہیں۔

قیمت : ۵/۵

کرواروں سے سوال

سلمان شریف، سرگودھا

س : انگل کامران مرزا اور جمشید احمد، اگر آپ کا مقابہ جمیز بانڈ اور

ایجنٹ زیرہ زبردون سے ہو جائے تو آپ کیا کریں گے؟

ج : یہ کون ذات شریفیت ہیں؟

نیا ز احمد۔ وعود، جہلم

س : بھاتی جان محمود صاحب، آپ کی پیدائش پر بھی کوئی چکر تو نہیں

چل گیا تھا؟

ج : مجھے کیا معلوم، اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔

جنید اقبال، ناظم آباد کراچی

س : اشتیاق احمد میرے پاس ایک مسودہ ہے۔ آپ کیسے تو آپ کو

پارسل کر دوں اور خدا کے بے پندہ دن کا وقت مت دیکھیں گا؟

ج : پسے یہ بتائیے، آپ کی کہانیاں کون کون سے رسالے میں شائع ہوئی ہیں۔

پرنس یا سین یا سر، سرگودھا

س : انگل جمشید پلیر، فاروق بھیا کو "انگ اٹلے" سے روکیے، کیونکہ جب بھی

اشتیاق: احمہ مجھے انعام دینے گئے ہیں تو فاروق بھیا اپنی مائیک

اٹھا کر انعام لے اڑتے ہیں۔

ب: یہ افواہ کس احمق نے ڈرائی؟

محمد شہزاد، دھولا، جلم

س: فاروق صاحب، کم بخت تو عقل مندی کی علامت ہے، یہ بتائیے۔

ب: زیادہ اور تیز بول کس چیز کی علامت ہے؟

ج: بے وقوفی کی۔ میں غصہ ہے وقوف۔

محمد سلیم، کراچی

س: اشتیاق جی! ذرا صاحب لگا کر بتائیے کہ آپ کو جو ناولوں کے

روپے ملتے ہیں وہ تو الگ، آپ کو ہمدے غلوں کی رومی کے

لکھے روپے ملتا ہے ہیں؟

ب: ایک روپہ ہی نہیں۔

محمد سلیم، کراچی

س: انکل اشتیاق، اگر آپ رومی کی ٹوکی ہوتے اور رومی کی ٹوکی

شوق احمد ہوتی تو آپ کا اتنے خط برداشت کرنے سے ہنر

خوب نہیں ہو جاتا۔

ب: میرا ہنر پہلے ہی خراب رہتا ہے۔

محمد علی جاوید، کراچی

س: خان، رحمان صاحب، کان میں سے سونا نکلنے پر مبارک باد قبول کریں

اور آدھے پیسے غریبوں پر خرچ کریں

شکریہ۔

ذی شان اسد، کراچی

س: انکل اکرام پیسے ناولوں میں آپ کی بڑی عزت تھی، اب آپ کو کوئی

پوچھتا بھی نہیں۔

ب: زمانے کا یہی دستور ہے یہاں۔

خواجہ محمد سلیم، جلال پور، پیر والا

س: آنٹی شہناز بیگم، اگر کسی دن خان رحمان غصے میں آکر غصہ کی بجائے

آپ کو کان پکڑنے کا حکم دیں تو اس وقت آپ کی کیا حالت ہوگی؟

ب: وہی حالت ہوگی جو غصہ کی ہوتی ہے۔

عباد اللہ خان، کراچی

س: میرے پیارے اور اچھے اور اصلی اشتیاق انکل، کبھی ہم جیسے کوئی

انعام دے دیا کریں، آپ ہمیشہ اپنے رشتہ داروں کو انعام دیتے ہیں۔

ج: انعام مانگے نہیں، حاصل کیے جاتے ہیں۔

مائیک یعقوب، فیصل آباد

س: فرزانہ بہن، ذرا جلدی سے یہ تو بتا دو کہ (اب) کس کے ہنر

ہوتا ہے؟

ج: مرلے کے۔

جہانگیر اقبال، رانہیاں، لاہور، جلم

س: فاروق بھائی! میں نے رات کو آپ کو اپنے کمر میں دیکھا
دیکھ کر میں ڈر گیا کہ کوئی چکر نہ چلا دیں، لیکن جب آنکھ کھلی
تو مجھے اطمینان ہوا کہ یہ خواب تھا۔

ج: خدا کا شکر ادا کیجیے کہ آپ چکر چلنے سے بال بال بچ گئے
سید اقبال احمد کراچی

س: اٹکل اشتیاق! اگر میں آپ کو خواب میں دیکھ رہا ہوں اور اچانک
آنکھ کھل جائے تو؟

ج: فوراً آنکھ بند کر میں۔

لطیف اللہ، ساکنہ لاہور

س: اشتیاق احمد! آپ کو پھول کون پسند ہے؟

ج: گلاب اور مروتیا، باقی سب پھول بھی اچھے لگتے ہیں۔

عبداللطیف عباسی، کراچی

س: اشتیاق بیبا! انعامات حاصل کرنے کے لیے کوئی سوال آپ خواہ

مورد پر بتادیں۔

ج: کوئی اور طریقہ نہیں سوچ سکتے آپ؟

راہیل سومرو، کراچی

س: اٹکل غلام رفیق! آپ روز ٹھہرے پاسے کو کان پکڑ دیتے ہیں،

کبھی اپنے کان بھی پکڑ لیا کریں۔

س: وہ کس خوشی میں؟